آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط مبارکہ کے عکس

خطوطِ ہادیٔ اعظم

صلی اللہ علیہ وسلم

ہادی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم

از سید فضل الرحمن

صفحات: ۹۱۲

* حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سیرت مبارکہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے منفرد اور نہایت جامع ہے۔
* محترمی حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب مدظلہ سابق صدر شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی حیدرآباد نے اپنے پیش لفظ میں تحریر فرمایا ہے۔"اس میں بعض ایسی تفصیلات ہیں جو عام کتابوں میں نہیں ہیں۔یہ کتاب اپنی نوعیت واہمیت کے لحاظ سے بہت بیش قیمت ہے۔"
* محترم حضرت مولانا مفتی محمد ضیاء الحق صاحب مدظلہ، سابق مہتمم و مفتی و استاد حدیث مدرسہ امینیہ دہلی نے کتاب کے تعارف میں فرمایا"محترم حافظ صاحب نے کتاب میں مستند حالات و واقعات جمع کئے ہیں اور کتاب عوام و خواص کے پڑھنے کی ہے۔"

چند اہم عنوانات

* مکی زندگی، ہجرت مدینہ، مدنی زندگی، حجتہ الوداع اور آپ کی وفات پر تفصیل سے لکھا گیا ہے
* اسوۂ حسنہ، مکاتیب و فرامین اور مقاصد نبوت وغیرہ پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔
* امور سلطنت، اسلام کا تصور حکمرانی، ریاست کے بنیادی ارکان، اسلامی ریاست کا تصور، مسلم معاشرہ کی تشکیل، دنیا کا پہلا تحریری دستور، امن و استحکام کے قرآنی اصول اور عہد نبوی کا نظام حکومت جیسے اہم موضوعات اس کتاب کی امتیازی خصوصیات ہیں۔
* اسلامی نظام معشیت، تقسیم دولت کا اسلامی نظریہ، سودی کاروبار کے نقصانات، ارتکاز دولت کا انسداد وغیرہ امور تفصیل سے واضح اور محققانہ انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔ اسلوب بیان کی سلاست و دلکشی کے ساتھ ساتھ مواد کی فراہمی میں نہایت تحقیق و احتیاط سے کام لیا گیا ہے۔
* بہترین کاغذ، چھ رنگوں کا دیدہ زیب و دلکش سرورق، عمدہ کمپیوٹرائزڈ کتابت، اعلیٰ آفسٹ طباعت اور مضبوط جلد بندی اس کی اضافی خوبیاں ہیں۔

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط مبارکہ کے عکس

خطوطِ ہادیٔ اعظم

صلی اللہ علیہ وسلم

سید فضل الرحمٰن

زوّار اکیڈمی پبلی کیشنز

فہرستِ عنوانات

نام کتاب	:	خطوط ہادی اعظم
تعداد	:	۱۱۰۰
اشاعتِ اول	:	صفر ۱۴۱۶ھ / جولائی ۱۹۹۵ء
کمپوزنگ	:	بقا کمپوزنگ سروسز، اردو بازار، کراچی
مطبع	:	اونیسٹ پرنٹرز، زینت اسکوائر، ابن سینا روڈ الف - سی - ایریا، کراچی نمبر ۱۹
ناشر	:	زوار اکیڈمی پبلی کیشنز - کراچی

ملنے کے پتے

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز

۲۲ / ۲، زینت اسکوائر، ابن سینا روڈ،

الف - سی - ایریا، کراچی نمبر ۱۹

ادارہء مجددیہ

۵ / ۲ - ایچ، ناظم آباد نمبر ۳، کراچی نمبر ۱۸

دیباچہ

الحمد لله وکفیٰ والصلوٰة والسلام علیٰ رسوله المصطفیٰ وعلیٰ اله واصحابه الاتقیاء۔

امابعد! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی ایک بڑی اور نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو کسی خاص قوم، قبیلے یا کسی دور، یا کسی خاص خطے اور علاقے کے لئے نہیں بلکہ قیام قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لئے آفاقی دین دے کر مبعوث فرمایا۔ خواہ وہ کسی قوم اور قبیلے سے تعلق رکھتے ہوں، کوئی بھی زبان بولتے ہوں اور کسی بھی علاقے اور خطے میں رہتے ہوں۔ یہ خصوصیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتیاز ہے۔ آپؐ سے پہلے مبعوث ہونے والے انبیاء ورسل میں سے کوئی بھی اس خصوصیت کا حامل نہ تھا۔ ان کی رسالت و نبوت اپنی اپنی قوم اور اپنے اپنے زمانے کے ساتھ مخصوص تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خصوصیت کو قرآن کریم نے متعدد مقامات پر بیان کیا ہے۔ سورۃ احزاب کی آیت نمبر ۴۰ میں ارشاد ہے:

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول الله وخاتم النبیین وکان الله بکل شیء علیماo

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

یعنی آپؐ کی تشریف آوری سے انبیاء کی آمد کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ اب کسی کو نبوت و رسالت نہیں دی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دور نبوت تمام انبیا کے بعد رکھا جو قیامت تک چلتا رہے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی آخری زمانے میں آپؐ کے امتی کی حیثیت سے آئیں گے۔

حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر موسیٰ علیہ السلام بھی (زمین پر) زندہ ہوتے تو ان کو بھی بجز میری اتباع کے چارہ نہ تھا۔ بلکہ بعض محققین کے نزدیک تو انبیاء سابقین اپنے اپنے عہد میں بھی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت عظمیٰ سے مستفید ہوتے تھے، جیسا کہ رات کو چاند اور تارے، سورج کے نور سے روشنی حاصل کرتے ہیں، حالانکہ سورج اس وقت نظر نہیں آتا۔ جس طرح روشنی کے تمام مراتب عالم اسباب میں آفتاب پر ختم ہوتے ہیں، اسی طرح نبوت ورسالت کے تمام مراتب و کمالات کا سلسلہ روحِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوتا ہے۔ اس بنا پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ رتبی اور زمانی ہر لحاظ سے خاتم النبیین ہیں اور آپؐ کے علاوہ جن انبیاء کو بھی نبوت ملی آپؐ کی مہر لگ کر ملی ہے۔

سورۃ سبا آیت ۲۸ میں ارشاد ہے:

وما ارسلنک الا کافۃ للناس بشیراً ونذیراً o

اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

یعنی بعثت کا اصل مقصد یہ ہے کہ آپؐ تمام اہل دنیا کو نیکی و بدی اور خیر و شر سے آگاہ کر دیں۔ سورۃ الانبیاء آیت ۱۰۷ میں فرمایا:

وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین o

اور ہم نے آپؐ کو تمام اہل عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں کے لئے باعث رحمت ہیں اور آفتابِ رسالت کا فیض علم ہے۔ بلکہ رحمۃ اللعلمین کا حلقہ، فیض تو اس قدر وسیع ہے کہ جو محروم قسمت خود مستفیض نہ ہونا چاہے اس کو بھی کسی نہ کسی درجہ میں بے اختیار اس رحمت سے فیض پہنچ جاتا ہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً o

(سورۃ اعراف، آیت ۵۸)

(اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! بلاشبہ میں تم سب کے لئے اللہ کا رسول ہوں۔

یعنی آپؐ کی بعثت تمام اہل دنیا کے لئے ہے، اہل عرب یا یہود و نصاریٰ تک محدود نہیں اور جیسے اللہ تعالیٰ شہنشاہ مطلق ہے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کے رسول

مطلق ہیں۔ لہذا اب ہدایت و فلاح کی اس کے سوا کوئی صورت نہیں کہ اس جامع ترین اور عالمگیر دعوت کو اختیار کیا جائے، جس کے آپ داعی ہیں۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا درحقیقت تمام انبیا و مرسلین اور ساری آسمانی کتب پر ایمان لانا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہٖ ۞ (سورۃ فتح، آیت ۲۸)

اللہ وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو روشن دلائل اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ وہ اس کو تمام ادیان پر غالب کردے

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دین کو سیکڑوں برس تک تمام مذاہب پر غالب رکھا اور مسلمان صدیوں تک تمام اقوام پر بڑی شان و شوکت کے ساتھ حکمران رہے۔ قیامت کے قریب بھی ایسا دور آئے گا جب ہر طرف دین حق کی ہی حکمرانی ہوگی۔ باقی رہا دلائل و براہین کا معاملہ تو اس اعتبار سے بھی اسلام، ہمیشہ سربلند اور سب پر غالب رہا اور رہے گا (تفسیر عثمانی)۔

اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے بعد اطراف و جوانب کے ملوک و سلاطین کے نام خطوط ارسال کرنے کا ارادہ فرمایا، کیونکہ صلح حدیبیہ سے قبل جو مشکلات اور رکاوٹیں دعوت و تبلیغ کی راہ میں حائل تھیں وہ صلح کے سبب دور ہو گئیں تھیں اور اس عظیم کام کے لئے راہ ہموار ہو چکی تھی۔ چنانچہ حدیبیہ سے واپس آکر ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے پاس تشریف لائے اور انہیں مخاطب کر کے فرمایا: "اے لوگو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام اہل عالم کے لئے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ پس تم مجھ سے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے حواریوں کی طرح اختلاف نہ کرنا۔" یہ سن کر صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حواریوں نے کیسے اختلاف کیا تھا؟ آپؐ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں اس چیز کی دعوت دی تھی جس کی میں نے تمہیں دعوت دی ہے، لیکن ان میں سے جس کو حضرت عیسیٰ نے قریب بھیجا وہ تو جانے پر راضی ہو گیا اور ان کا حکم بجالایا مگر جس کو انہوں نے دور بھیجا اس نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور بوجھل ہو کر بیٹھ گیا۔ یہ دیکھ کر حضرت عیسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے اس کی شکایت کی تو بوجھل ہو کر بیٹھ جانے والوں میں سے ہر ایک خود بخود اس قوم کی زبان بولنے لگ گیا جس کی طرف اس کو بھیجا جا رہا تھا۔" (ابن ہشام ۲۳۲ / ۴)

سب کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خطوط حدیبیہ سے واپسی کے بعد روانہ فرمائے تھے، اور یہ سلسلہ فتح مکہ تک جاری رہا تھا۔ لیکن واقدیؒ کہتے ہیں کہ یہ خطوط ۶ھ کے اواخر میں ذی الحجہ میں روانہ کئے گئے تھے، جبکہ بعض دوسرے اہل سیر کے نزدیک سن ۷ ہجری میں روانہ کئے گئے اور امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ یہ خطوط غزوہ موتہ کے بعد روانہ کئے گئے، لیکن مشہور اور راجح قول سن ۶ ہجری ہی کا ہے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلاطین و ملوک کو خطوط روانہ فرمانے کا ارادہ فرمایا تو صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بادشاہ اور سلاطین صرف اس خط کو پڑھتے ہیں جس پر مہر ہوتی ہے، کیونکہ یہ اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ جو کچھ خط میں تحریر ہے وہ محفوظ ہے، کوئی دوسرا شخص اس کو نہیں جان سکا۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی بنوائی۔ یہ دیکھ کر صحابہ کرام نے بھی اپنے لئے سونے کی انگوٹھیاں بنوالیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھی پہنی تو صحابہ نے بھی اپنی اپنی انگوٹھیاں پہن لیں۔ اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے تشریف لاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کیا کہ آپؐ کی امت کے مردوں پر سونے کا استعمال حرام ہے۔ یہ سن کر آپؐ نے اپنی انگوٹھی پھینک دی۔ آپؐ کی اقتداء میں صحابہ کرام نے بھی اپنی اپنی انگوٹھیاں اتار پھینکیں۔ اس کے بعد آپؐ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی جس پر تین سطروں میں محمد رسول اللہ تحریر تھا۔ یعنی سب سے اوپر پہلی سطر میں لفظ اللہ، اس کے نیچے دوسری سطر میں لفظ رسول اور تیسری سطر میں جو سب سے نیچے تھی لفظ محمد تحریر تھا، جیسا کہ خطوط پر مہر کے عکس سے بھی واضح ہے۔ یہ الفاظ انگوٹھی پر الٹے تحریر تھے، تاکہ جب بطور مہر اس کا استعمال ہو تو الفاظ سیدھے ثبت ہوں۔ یہ مہر مبارک آپؐ اپنی چھنگلیا میں پہنتے تھے۔ البتہ روایات میں اس پر اختلاف ہے کہ آپؐ اپنے دائیں ہاتھ کی چھنگلیا میں پہنتے تھے یا بائیں ہاتھ کی۔ اکثر صحابہؓ سے بائیں ہاتھ میں پہننے کے بارے میں روایات آتی ہیں، جبکہ دائیں ہاتھ میں پہننے کے بارے میں روایات حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عائشہؓ وغیرہ سے مروی ہیں۔ علامہ بغویؒ نے فرمایا کہ ممکن ہے آپ دونوں ہاتھوں میں پہنتے ہوں لیکن یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کا آخری فعل بائیں ہاتھ میں پہننے کا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ مہر مبارک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس رہی، پھر ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آئی، ان کی شہادت کے

بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس آئی، حتیٰ کہ انہی کے دور خلافت میں جس سال ان کی شہادت ہوئی یہ مہر مبارک بیرَ اریس میں گر گئی۔ متواتر تین روز تک اس کو تلاش کیا گیا مگر وہ نہ مل سکی۔ (السیرۃ النبویہ والاثار المحمدیہ، ۵۵ / ۳)

پھر آپ کے حکم کی بجاآوری کے لئے تمام صحابہ دل و جان سے تیار ہو گئے چنانچہ آپ نے سلاطین و ملوک کے نام خطوط تحریر کرائے جن میں انہیں اسلام کے آفاقی پیغام کی دعوت دی گئی اور مختلف صحابہ کرام کو وہ خطوط دے کر مختلف مقامات کی طرف روانہ فرمایا۔ یہ خطوط اطراف و جوانب کے بڑے چھوٹے بہت سے بادشاہوں اور حکمرانوں کو روانہ کئے گئے۔ ان میں سے حضرت دحیہؓ بن خلیفہ کلبی قیصر روم کی طرف روانہ ہوئے، حضرت عبد اللہؓ بن حذافہ السہمی کسریٰ شاہ فارس کی طرف، حضرت عمروؓ بن امیہ الضمری نجاشی شاہ حبشہ کی طرف، حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ مقوقس حاکم اسکندریہ کی طرف، حضرت عمروؓ بن العاص جیفر و عبد شاہان عمان کی طرف، حضرت سلیطا بن عمرو ثمامہ بن اثال کی طرف، حضرت علاؓ بن حضرمی منذر بن ساویٰ شاہ بحرین کی طرف اور حضرت شجاعؓ بن دہب اسدی، حارث بن ابی شمر غسانی شاہ شام کی طرف روانہ کئے گئے۔ (ابن ہشام ۲۳۲ / ۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ خطوط کھال سے تیار کی گئی جھلی پر تحریر ہوتے تھے، جس کو عربی میں رق کہا جاتا ہے۔ رق خاص قسم کی باریک جھلی ہوتی ہے اور زمانہ قدیم میں اہم دستاویزات اور بادشاہوں کو خطوط تحریر کرنے کے لئے اسی کو استعمال کیا جاتا تھا کیونکہ یہ کاغذ کے مقابلے میں زیادہ مضبوط اور پائیدار ہوتی تھی اور تحریر کے لئے استعمال ہونے والی اس زمانے کی دوسری اشیاء مثلاً پتھر، ہڈی، کھجور کے پتے وغیرہ کے مقابلے میں زیادہ نفیس اور خوشنما ہوتی تھی۔ رق کو تیار کرنے کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ بھیڑ، بکری یا بچھڑے کی کھال کو چونے میں ڈال کر اس کے بال صاف کر دیتے تھے پھر اس کو خشک کر کے اس کی سطح کو پتھر وغیرہ سے رگڑ کر ہموار اور صاف بنا لیتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط، طوالت، تصنع، عبارت آرائی کی بجائے سادگی، ایجاز و اختصار اور بے ساختگی کا مرقع ہوتے تھے، انداز تحریر نہایت سادہ، عام فہم اور دلنشین ہوتا تھا۔ ان خطوط میں بادشاہان وقت کو قبول اسلام کی دعوت دی گئی۔ اسلام قبول کرنے کی صورت میں دنیا و آخرت سے دونوں کی فلاح و کامیابی کی ضمانت دی گئی، بصورت دیگر ان کے زیر تسلط

ان کی رعایا کے اسلام قبول نہ کرنے کا ذمہ دار بھی انہیں کو ٹھہرایا گیا اور ان کو سخت وعید سنائی گئی لیکن اس کے باوجود خطوط کا اسلوب و انداز نہایت دوستانہ ہے اور مکتوب الیہ کے مرتبہ و مقام کی پوری رعایت کی گئی ہے۔

آپؐ کے خطوط میں سے اب تک چھ خطوط اصل حالت میں دستیاب ہوئے ہیں۔ اس کتابچہ میں ان چھ خطوط کے عکس، اردو ترجمہ اور مکتوب الیہ کے حالات اور اس کے رد عمل کا تفصیل سے تذکرہ ہے۔ خط کے دریافت ہونے کے بارے میں بھی تفصیلات دی گئی ہیں۔ تمام حالات و واقعات مستند و مشہور مآخذ سے لئے گئے ہیں اور جو بات جہاں سے لی گئی ہے اس کا مکمل حوالہ دیا گیا ہے۔

اس میں تصحیح کا بھی امکان بھر اہتمام کیا گیا ہے، تاہم قارئین کرام اگر کہیں غلطی یا سہو ملاحظہ فرمائیں تو اس کی نشاندہی فرمادیں، تاکہ آئندہ طباعت میں اس کی اصلاح کر دی جائے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کو مقبول و منظور فرمائے اور اس کے نفع کو عام فرمائے۔

سید فضل الرحمن

جمعرات ۹ محرم الحرام ۱۴۱۶ھ

۸۔ جون ۱۹۹۵ء

نامہ مبارک بنام ہرقل قیصر روم

چھٹی صدی عیسوی میں دنیا میں دو بڑی سیاسی قوتیں تھیں جو باقی تمام چھوٹی بڑی قوتوں اور حکومتوں کے لئے مرکزی حیثیت رکھتی تھیں۔ ایک تو جزیرۃ العرب کے مشرق میں خلیج فارس کے ساحل پر ایرانی سلطنت تھی۔ دوسری سلطنت جنوب میں بحر احمر کے کناروں سے لے کر بحر اسود تک محیط تھی، جو تاریخ میں روم یا بازنطین کے نام سے شہرت رکھتی ہے۔ روم و ایران کی سلطنتوں کی حدود عرب کے شمالی حصہ میں عراق کے مشہور دریاؤں دجلہ و فرات پر آکر ملتی تھیں روم کی سلطنت اپنے دور کی طاقتور ترین سلطنت تھی اور اپنے جاہ و جلال اور قوت و سطوت کے اعتبار سے دنیا کی سب سے پر شکوہ اور باثر سلطنت کی حیثیت رکھتی تھی۔ آج کل روم اٹلی کے دار الحکومت کا نام ہے جو عربوں میں بازنطی (BYZANTINE) روم کے نام سے مشہور تھا۔ چوتھی صدی عیسوی کی ابتداء میں بازنطین کی سلطنت دو حصوں میں بٹ گئی۔ اس کے مشرقی حصہ میں، جو ایشاء کوچک، شام، فلسطین اور مصر وغیرہ پر مشتمل تھا، کونسٹنٹائن (CONSTANTINE) نے آبنائے باسفورس کے کنارے پر کونسٹنٹائن کے نام سے ایک شہر کی بنیاد رکھی جو بعد میں قسطنطنیہ کہلایا اور اب اس کا نام استنبول ہے۔ مغربی حصہ کا دار الحکومت روم ہی رہا۔ اسلامی تاریخوں میں روم سے مراد رومی شہنشاہیت کا مشرقی حصہ ہے۔ اس زمانے میں روم کے شہنشاہ کو قیصر کہا جاتا تھا۔

رومی اور ایرانی سلطنتوں کے مابین سالہاسال سے جنگ کا سلسلہ جاری تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت اس میں شدت پیدا ہو گئی تھی۔ ہجرت نبوی سے کچھ عرصہ قبل ۶۱۷ عیسوی میں ایرانی فوجوں نے دمشق، بیت المقدس اور اسکندریہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ مگر ہجرت کے پانچویں سال ۶۲۷ عیسوی میں ایرانیوں کو نینوی کے مقام پر زبردست شکست کا سامنا کرنا پڑا، جس سے لڑائی کا پانسہ ہی پلٹ گیا اور رومیوں نے نہ صرف اپنا کھویا ہوا علاقہ واپس لے لیا

بلکہ ایرانیوں سے اپنی پسند کی شرائط بھی منوالیں۔

(مکتوباتِ نبوی ۱۰۲، رسول اکرم کی سیاسی زندگی ۱۷۳)

سورۃ روم کی ابتداء میں بھی ایرانیوں کی فتح اور پھر چند برس کے اندر رومیوں کے غالب آنے کی پیشنگوئی ہے جو پوری ہوئی۔

ہرقل کے نام آپ کے خطوط

تقریباً تمام مورخین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل والی روم کو دو بار خطوط روانہ فرمائے تھے، ایک بار حدیبیہ سے واپسی پر اور دوسری بار تبوک سے قبل دوسری روایات بھی اس کی تائید کرتی ہیں، کیونکہ بعض روایات میں سن ۶ ہجری میں خط بھیجنے کا ذکر ہے اور بعض میں تبوک کے موقع پر سن ۹ ہجری میں۔ ہرقل کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ، مبارک دونوں مرتبہ حضرت دحیہؓ لے کر گئے اور اس نے دونوں مرتبہ آپ کا نامہ، مبارک تصدیق کے لئے رومیہ کے لاٹ پادری کے پاس بھیجا۔ رومیہ عیسائیوں کا بڑا مرکز تھا اور اس کو رومۃ الکبریٰ بھی کہا جاتا تھا۔

یہ بات تو طے ہے کہ ہرقل نے تصدیق کے لئے پہلی بار جس پادری کے پاس آپ کا نامہ، مبارک بھیجا تھا وہ پادری ضغاطر تھا۔ مگر اس کے پاس نامہ، مبارک کون لے کر گیا تھا، یہ متعین نہیں۔ نیز ضغاطر نے نامہ، مبارک کی تصدیق تو کی لیکن اسلام لانے کا اعلان نہیں کیا۔ دوسری مرتبہ ۹ ہجری میں جب ہرقل نے رومیہ کے پادری کے پاس آپ کا دوسرا نامہ، مبارک بغرض تصدیق بھیجا تو اس کے بارے میں یہ متعین نہیں کہ وہ پادری ضغاطر ہی تھا یا کوئی اور اس کا قائمقام تھا۔ البتہ یہ طے ہے کہ اس کے پاس بھی نامہ، مبارک حضرت دحیہؓ ہی لے کر گئے تھے۔ اور یہ بھی طے ہے کہ اس موقع پر پادری نے نامہ، مبارک پڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور اپنے اسلام لانے کا اعلان کیا۔ اس کا اعلان سن کر متعصب عیسائیوں نے اس کو شہید کر دیا۔

نامہ، مبارک کی روانگی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کے نام یہ نامہ، مبارک، جس کا عکس شائع کیا جارہا

ہے، ۶ ہجری کے اواخر میں حدیبیہ سے واپسی پر حضرت دحیہؓ کلبی کے ذریعہ روانہ فرمایا تھا جو محرم ۷ ہجری میں اسے بیت المقدس میں ملا۔ ہرقل نے اہل فارس کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد نذر مانی تھی کہ اگر فارس پر غالب آگیا تو شکرانے کے طور پر پاپیادہ بیت المقدس جا کر اس کی زیارت کرے گا۔ چنانچہ وہ کسریٰ کو شکست دینے کے بعد اپنی نذر پوری کرنے کے لئے ان دنوں بیت المقدس آیا ہوا تھا۔ (محمد رسول اللہ، صفحہ ۵۱۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت دحیہؓ کو ہرقل کے نام خط دے کر حکم دیا کہ یہ عظیم بصریٰ حارث ملک غسان کے حوالہ کر دینا۔ قیصر تک وہ خود ہی پہنچائے گا۔ (اس وقت دستور یہ تھا کہ بادشاہِ وقت کو براہِ راست خطوط ارسال نہیں کئے جاتے تھے۔ بصریٰ کے امیر کا نام حارث بن ابی شمر غسانی تھا۔ بصریٰ ایک شہر کا نام ہے جو شام کے علاقے میں واقع ہے)۔

حضرت دحیہؓ ہرقل کے دربار میں

حضرت دحیہؓ خط لے کر حارث کے پاس پہنچے تو اس نے عدیؓ بن حاتم کو جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ حضرت دحیہؓ کے ساتھ ہرقل کی طرف روانہ کیا۔ جب دربار میں پہنچے تو قوم نے حضرت دحیہؓ کو کہا کہ جب بادشاہ کو دیکھو تو سجدہ کرنا اور اس وقت تک سر نہ اٹھانا جب تک کہ بادشاہ خود حکم نہ دے۔ حضرت دحیہؓ نے فرمایا کہ میں غیر اللہ کو کبھی بھی سجدہ نہیں کروں گا۔ انہوں نے کہا کہ اس صورت میں وہ تمہارا خط نہیں لے گا۔ یہ مکالمہ سن کر ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ میں ایک طریقہ بتاتا ہوں جس سے وہ تمہارا خط بھی لے لے گا اور تمہیں سجدہ بھی نہیں کرنا پڑے گا۔ حضرت دحیہؓ نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ ہر دروازے کے پاس ایک منبر رکھا ہوا ہے جس پر قیصر بیٹھتا ہے۔ تم ایسا کرو اپنا خط اس منبر پر رکھ دو۔ اس کو بادشاہ کے پڑھنے سے پہلے کوئی ہاتھ نہیں لگائے گا اور خط لینے کے بعد وہ خط لانے والے کو بھی خود ہی طلب کرے گا۔ چنانچہ حضرت دحیہؓ نے ایسا ہی کیا۔ قیصر نے جب خط لیا تو وہ عربی میں تھا۔ اس نے عربی جاننے والے ترجمان کو بلایا۔ (سیرت حلبیہ ۲۴۲ / ۳، السیرۃ النبویہ والآثار المحمدیہ ۵۷ / ۳)۔

قریش کے قافلے کی طلبی

جب خط پڑھا گیا تو اس نے حکم دیا کہ اس نبی کی قوم کا کوئی شخص تجارت وغیرہ کی غرض

یہاں آیا ہوا ہو تو اس کو تلاش کر کے لاؤ تاکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس سے سوالات کروں۔ حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ مجھے ابو سفیان نے خبر دی کہ ان دنوں وہ قریش کے ایک قافلہ کے ساتھ شام میں مقیم تھے، جو تجارت کی غرض سے وہاں گیا ہوا تھا۔ ابو سفیان نے بیان کیا کہ شام کے ایک مقام پر قیصر کے آدمی سے ہماری ملاقات ہوئی جو مجھے اور میرے ساتھیوں کو اپنے ساتھ لے کر بیت المقدس کی طرف چلا۔ جب ہم ایلیا سے بیت المقدس پہنچے تو ہمیں قیصر کے پاس لے جایا گیا، جو اس وقت اپنے دربار میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سر پر تاج تھا اور روم کے امراء اس کے ارد گرد تھے۔

ابو سفیان سے مکالمہ

اس نے اپنے ترجمان سے کہا ان سے پوچھو کہ جس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، نسب کے اعتبار سے ان میں سے ان کے قریب کون ہے؟ ابو سفیان نے بیان کیا کہ میں نے کہا کہ نسب کے اعتبار سے میں ان کے زیادہ قریب ہوں۔ قیصر نے پوچھا کہ تمہاری ان کی قرابت کیا ہے؟ میں نے کہا کہ وہ میرے چچازاد بھائی ہیں۔ یہ اتفاق تھا کہ قافلے میں میرے سوا بنی عبد مناف کا کوئی فرد شامل نہیں تھا۔ قیصر نے کہا کہ اس شخص کو میرے قریب کر دو اور جو لوگ میرے ساتھ تھے ان کو اس کے حکم سے میرے پیچھے بالکل میری بغل میں کھڑا کر دیا گیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے ترجمان سے کہا کہ اس شخص (ابو سفیان) کے ساتھیوں سے کہہ دو کہ میں اس سے ان صاحب کے بارے میں پوچھوں گا جنہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ اگر یہ ان کے بارے میں کوئی جھوٹ بات کہے تو تم فوراً اس کی تردید کر دینا۔ ابو سفیانؓ نے بیان کیا کہ خدا کی قسم اگر اس دن اس بات کی شرم نہ ہوتی کہ کہیں میرے ساتھی میری تکذیب نہ کر دیں تو میں ان سوالات کے جوابات میں ضرور جھوٹ بول جاتا جو قیصر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مجھ سے کئے تھے۔ لیکن مجھے تو اس کا خطرہ لگا رہا کہ کہیں میرے ساتھی میری تکذیب نہ کر دیں، اس لئے میں نے سچائی سے کام لیا۔

اس کے بعد قیصر نے اپنے ترجمان سے کہا کہ اس سے پوچھو کہ تم لوگوں میں ان صاحب (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کا نسب کیسا بیان کیا جاتا ہے؟ میں نے کہا کہ ہم میں ان کا نسب نجیب سمجھا جاتا ہے۔ اس نے پوچھا کہ تمہارے ہاں کیا اس سے پہلے بھی کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا

تھا؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ قیصر نے پوچھا کہ کیا اس دعوے سے پہلے ان پر کوئی جھوٹ کا الزام تھا؟ میں نے کہا نہیں۔ اس نے پوچھا کہ کیا ان کے آباء و اجداد میں کوئی بادشاہ گزرا تھا؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ اس نے پوچھا کہ کیا سرکردہ افراد ان کی اتباع کرتے ہیں یا کمزور اور کم حیثیت کے لوگ؟ میں نے کہا کہ کمزور اور کم حیثیت کے لوگ ہی ان کے متبع ہیں۔ اس نے پوچھا کہ متبعین کی تعداد بڑھتی جاری ہے یا گھٹتی جارہی ہے؟ میں نے کہا کہ ان کی اتباع کرنے والوں کی تعداد برابر بڑھ رہی ہے۔ اس نے پوچھا کہ اسلام لانے کے بعد کوئی ان کے دین سے بیزار ہو کر مرتد بھی ہوا؟ میں نے کہا نہیں۔ اس نے پوچھا کہ انہوں نے کبھی وعدہ خلافی بھی کی ہے؟ میں نے کہا نہیں، لیکن آج کل ہمارا ان سے ایک وعدہ چل رہا ہے اور ہمیں ان کی طرف سے معاہدہ کی خلاف ورزی کا خطرہ ہے۔ ابو سفیانؓ نے بیان کیا کہ پوری گفتگو میں سوائے اس کے اور کوئی موقع نہیں ملا کہ جس میں کوئی ایسی جھوٹی بات ملا دوں جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص ہوتی ہو اور اپنے ساتھیوں کی طرف سے بھی تکذیب کا خطرہ نہ ہو۔

اس نے پھر پوچھا کہ کیا تم نے کبھی ان سے جنگ کی ہے یا انہوں نے تم سے جنگ کی ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ اس نے پوچھا کہ تمہاری لڑائی کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ میں نے کہا لڑائی میں ہمیشہ کسی ایک فریق کو فتح حاصل نہیں ہوئی۔ کبھی وہ ہمیں مغلوب کر لیتے ہیں اور کبھی ہم انہیں۔ اس نے پوچھا کہ وہ تمہیں کن چیزوں کا حکم دیتے ہیں؟ میں نے کہا کہ وہ ہمیں اس کا حکم دیتے ہیں کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں۔ وہ ہمیں ان معبودوں کی عبادت سے منع کرتے ہیں جن کی ہمارے آباء و اجداد عبادت کیا کرتے تھے۔ نماز، صدقہ، پاکبازی و مروت، ایفائے عہد اور امانت ادا کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

ہرقل کا تجزیہ

جب میں اسے یہ تمام تفصیلات بتا چکا تو اس نے اپنے ترجمان سے کہا کہ ان سے کہو کہ میں نے تم سے ان (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کے نسب کے بارے میں دریافت کیا تو تم نے بتایا کہ وہ تمہارے ہاں صاحبِ نسب اور نجیب سمجھے جاتے ہیں اور انبیاء اپنی قوم کے اعلیٰ نسب ہی میں مبعوث کئے جاتے ہیں۔ میں نے تم سے دریافت کیا تھا کہ اس سے پہلے تمہارے ہاں کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ تم نے بتایا کہ اس سے پہلے کسی نے ایسا دعویٰ نہیں کیا۔ اس سے میں نے

یہ نتیجہ نکالا کہ اگر اس سے پہلے تمہارے ہاں کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہوتا تو پھر میں یہ کہہ سکتا تھا کہ یہ صاحب بھی اسی دعوے کی نقل کر رہے ہیں، جو اس سے پہلے کیا جا چکا ہے۔ میں نے تم سے دریافت کیا کہ کیا تم نے نبوت کے دعوے سے پہلے کبھی ان کی طرف جھوٹ منسوب کیا تھا تم نے بتایا کہ ایسا نہیں ہوا۔ اس سے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ ممکن نہیں کہ جو شخص لوگوں کے متعلق کبھی جھوٹ نہ بول سکا وہ خدا کے متعلق جھوٹ بول دے۔ میں نے تم سے دریافت کیا کہ ان کے آباء و اجداد میں کوئی بادشاہ تھا، تم نے بتایا کہ نہیں۔ میں نے اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ اگر ان کے آباء و اجداد میں کوئی بادشاہ ہوتا تو یہ بھی (نبوت کے دعوے کے ذریعہ) اپنے اجداد کی سلطنت پر قبضہ کرنے کی کوشش کرتے۔ میں نے تم سے پوچھا کہ ان کی اتباع قوم کے سرکردہ لوگ کرتے ہیں یا کمزور و بے حیثیت لوگ۔ تم نے بتایا کہ کمزور قسم کے لوگ ہی ان کی اتباع کرتے ہیں۔ (ہر دور میں) ایسے ہی لوگ انبیاء کی اتباع کرنے والے رہے۔ میں نے پوچھا کہ ان کی اتباع کرنے والوں کی تعداد بڑھتی رہتی ہے یا گھٹتی بھی ہے۔ تم نے بتایا کہ وہ لوگ برابر بڑھ رہے ہیں۔ ایمان کا بھی یہی حال ہے یہاں تک کہ مکمل ہو جائے۔ میں نے تم سے دریافت کیا کہ کیا کوئی شخص ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد اس سے برگشتہ بھی ہوا ہے۔ تم نے کہا کہ ایسا نہیں ہوا۔ ایمان کا بھی یہی حال ہے کہ جب وہ دل کی گہرائیوں میں اتر جاتا ہے تو پھر کوئی چیز مومن کو اس سے برگشتہ نہیں کر سکتی۔ میں نے دریافت کیا کہ کیا انہوں نے کبھی وعدہ خلافی کی ہے۔ تم نے جواب دیا کہ نہیں۔ انبیاء کی یہی شان ہے کہ وہ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتے۔ میں نے تم سے دریافت کیا کہ کیا تم نے کبھی ان سے یا انہوں نے تم سے جنگ کی ہے۔ تم نے بتایا کہ ایسا ہوا ہے اور لڑائیوں کا نتیجہ ہمیشہ کسی ایک کے حق میں نہیں رہا بلکہ کبھی تم مغلوب ہوئے اور کبھی وہ۔ انبیاء کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوتا ہے، وہ امتحان میں ڈالے جاتے ہیں، لیکن انجام انہیں کا ہوتا ہے۔ میں نے تم سے پوچھا کہ وہ تمہیں کن چیزوں کا حکم دیتے ہیں۔ تم نے کہا کہ وہ تمہیں اس کا حکم دیتے ہیں کہ تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ وہ تمہیں ان معبودوں کی عبادت سے روکتے ہیں جن کی عبادت تمہارے آباء و اجداد کرتے تھے۔ وہ تمہیں نماز، صدقہ، پاکبازی، ایفائے عہد اور ادائے امانت کا حکم دیتے ہیں۔ پس ایک نبی کی یہی صفت ہے۔

قیصر نے کہا کہ میرے علم میں بھی یہ بات تھی کہ وہ نبی مبعوث ہونے والے ہیں، لیکن یہ خیال نہ تھا کہ وہ تم میں سے ہی مبعوث ہوں گے۔ جو باتیں تم نے بتائیں اگر وہ صحیح ہیں تو وہ دن

بہت قریب ہے جب وہ اس جگہ پر حکمران ہوں گے جہاں اس وقت میرے دونوں قدم موجود ہیں اگر مجھے ان تک پہنچ سکنے کی توقع ہوتی تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہونے کی پوری کوشش کرتا اور اگر میں ان کی خدمت میں موجود ہوتا تو ان کے پاؤں دھوتا۔ ابو سفیان نے بیان کیا کہ اس کے بعد قیصر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ، مبارک طلب کیا اور وہ اس کے سامنے پڑھا گیا۔

درباریوں کی چیخ و پکار

ابو سفیان نے بیان کیا کہ جب ہرقل اپنی بات پوری کر چکا تو روم کے جو سردار اس کے اردگرد جمع تھے، سب ایک ساتھ چیخنے چلانے لگے اور شور و غل بہت بڑھ گیا۔ مجھے کچھ پتہ نہیں چلا کہ یہ لوگ کیا کہہ رہے تھے۔ پھر ہمیں وہاں سے نکال دیا گیا۔ جب میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں سے چلا آیا اور ان کے ساتھ تنہائی میں بیٹھا تو میں نے کہا کہ ابن ابی کبشہ (مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کا معاملہ تو بہت آگے بڑھ چکا ہے۔ بنو الاصفر (رومیوں) کا بادشاہ بھی ان سے ڈرتا ہے۔ ابو سفیان نے بیان کیا کہ خدا کی قسم اسی دن سے میں احساس کمتری میں مبتلا ہو گیا تھا اور مجھے برابر اس بات کا یقین رہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین غالب آکر رہے گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں بھی ایمان داخل کر دیا حالانکہ (پہلے) میں اس سے بڑی نفرت کرتا تھا۔ (بخاری شریف، کتاب الجہاد والسیر)

حضرت دحیہؓ کا خطاب

علامہ سہیلیؒ لکھتے ہیں کہ جب حضرت دحیہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ، مبارک قیصر کے حوالہ کر دیا تو اس کو مخاطب کر کے فرمایا: "اے قیصر، جس نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے وہ تجھ سے بہتر ہے اور جس ذات نے ان کو (رسول بنا کر) بھیجا ہے وہ ان سے اور تجھ سے بہتر ہے۔ پس میری بات تواضع کے ساتھ سنو اور اخلاص کے ساتھ جواب دو۔ اگر میری بات تواضع کے ساتھ نہ سنی تو بات سمجھ نہ سکو گے اور اگر جواب میں خلوص نہ ہوا تو وہ انصاف پر مبنی نہ ہو گا۔ قیصر نے کہا۔ آپ کہئے۔ حضرت دحیہؓ نے کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ حضرت مسیح نماز پڑھتے تھے، اس نے کہا ہاں۔ حضرت دحیہؓ نے فرمایا میں تمہیں اس ذات کی طرف بلاتا ہوں جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا اور حضرت مسیح کی بطن مادر میں تخلیق کی اور میں تمہیں اسی نبی امی کی طرف بلاتا

جس کی حضرت موسیٰ نے بشارت دی اور بعد میں حضرت عیسیٰ نے بشارت دی اور تمہیں اس کا کافی علم اور پوری خبر ہے۔ اگر تم نے دعوت قبول کر لی تو تمہارے لئے دنیا و آخرت دونوں ہیں ورنہ آخرت تو تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے گی اور رہی دنیا تو اس میں دوسرے لوگ تمہارے ساتھ شریک ہو جائیں گے اور جان لو کہ تمہارا ابھی ایک رب ہے جو جابروں کو کچل دیتا ہے اور نعمتوں کو بدل دیتا ہے۔" یہ سن کر قیصر نے نامہ، مبارک لیا اور اس کو اپنی آنکھوں اور سر پر رکھا اور اس کو چوما۔ پھر اس نے کہا کہ میں نے کوئی کتاب نہیں چھوڑی جس کو نہ پڑھا ہو اور کوئی عالم نہیں چھوڑا جس سے سوال نہ کیا ہو۔ پس میں نے بھلائی ہی دیکھی ہے۔ اب تم مجھے مہلت دو تاکہ میں غور کروں کہ حضرت مسیح کس کے لئے نماز پڑھا کرتے تھے۔ کیونکہ میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ آج میں تمہیں جواب دے دوں اور کل ایسا معاملہ دیکھوں جو اس سے بہتر ہو۔

(روض الانف ۴/۲۴۹)

ہرقل کی تصدیق

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ، مبارک پڑھا گیا تو قیصر کا بھتیجا شدید غضبناک ہو کر اپنے چچا سے کہنے لگا کہ اس شخص نے خط کی ابتداء اپنے نام سے کی ہے اور آپ کو صرف صاحب روم کہا ہے۔ قیصر نے کہا کہ تمہاری رائے انتہائی غلط ہے۔ یہ خط اس ذات کا ہے جس کے پاس ناموس اکبر (حضرت جبرائیلؑ) آتے ہیں۔ وہی اس بات کا حق رکھتا ہے کہ اپنے نام کو مقدم کرے اور اس نبی نے یہ بھی سچ کہا ہے کہ میں صاحب روم ہوں۔ دوسری روایت میں ہے کہ قیصر کے بھائی نے جب ترجمان کو پڑھتے ہوئے سنا کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک پہلے ہے تو اس نے ترجمان کے سینے میں شدید ضرب ماری اور اس کے ہاتھ سے خط چھین لیا اور اس کو پھاڑنے کا ارادہ کیا۔ یہ دیکھ کر قیصر نے کہا کہ یہ کیا کر رہے ہو؟ اس نے کہا کہ اس شخص نے آپ کے نام سے پہلے اپنا نام لکھا ہے اور آپ کو صرف صاحب روم کہا ہے، بادشاہ نہیں لکھا۔ قیصر یہ سن کر کہنے لگا کہ تم یا تو احمق ہو یا بہت ہی جاہل۔ کیا تم اس خط کو پڑھنے سے پہلے ہی پھاڑ دینا چاہتے ہو، خدا کی قسم اگر وہ واقعی اللہ کے رسول ہیں جیسا کہ انہوں نے لکھا ہے تو وہ اس کے زیادہ حقدار ہیں کہ اپنے نام سے خط شروع کریں اور اگر انہوں نے مجھے صاحب روم کہا ہے تو سچ ہی کہا ہے میں صاحب روم ہی ہوں، روم کا مالک نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو میرے لئے مسخر کر دیا ہے اور اگر وہ

چاہے تو اہل روم پر میرے علاوہ کسی کو بھی مسلط کر سکتا ہے، جیسا کہ کسریٰ کو اہل فارس پر مسلط کر دیا ہے۔ (سیرت حلبیہ ۲۴۵ / ۳)

ہرقل کی چال

علامہ سید احمد زینیؒ اور علامہ حلبیؒ لکھتے ہیں کہ جب قیصر بیت المقدس سے اپنی نذر پوری کر کے واپس حمص پہنچا تو اس نے اپنے محل کے دروازے بند کرا کر منادی کرا دی کہ ہرقل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لے آیا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع ہو گیا ہے۔ یہ سن کر اسلحہ بند لشکر اندر داخل ہو گئے اور اس کے ارد گرد منڈلانے لگے اور اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر اس نے کہا کہ میں تو دین کے ساتھ تمہاری وابستگی کا امتحان لے رہا تھا میں تم سے راضی ہو گیا ہوں یہ سن کر سب لوگ اس سے راضی ہو گئے۔

(سیرتِ حلبیہ ۲۴۶ / ۳، السیرۃ النبویہ والاثار المحمدیہ ۶۳ / ۳)

تاریخ طبری، البدایہ والنہایہ اور فتح الباری وغیرہ میں ہے کہ امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ ایک بڑے عالم نے جو قیصر کے اس دربار میں موجود تھا بیان کیا کہ دربار کے بعد قیصر نے رومہ کے بڑے عالم کو جس کا نام ضغاطر تھا آپ کے بارے میں خط لکھا اور پھر حمص روانہ ہو گیا۔ ضغاطر کا جواب ہرقل کو حمص میں ملا جس میں اس نے لکھا تھا کہ یہ وہی نبی ہیں جن کا ہمیں انتظار تھا اور جن کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی ہے۔ میں ان کی تصدیق کرتا ہوں۔ ان کے نبی ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ آپ ان کی تصدیق کریں اور اتباع کریں۔ یہ رائے جان کر بادشاہ نے ایک عظیم الشان دربار منعقد کیا اور عظمائے روم کو جمع کیا اور محل کے دروازے بند کرا دئے اور خود ایک بالاخانہ میں بیٹھ گیا۔ وہاں سے اس نے اہل دربار کو یوں خطاب کیا:

"اے اہل روم میں نے تمہیں ایک بہت بڑی خبر دینے کے لئے جمع کیا ہے، وہ یہ کہ میرے پاس اس شخص کا ایک خط آیا ہے جس میں اس نے مجھے اپنے دین کی دعوت دی ہے۔ خدا کی قسم یہ وہی نبی ہیں جن کا ہمیں انتظار تھا اور جن کا ذکر ہماری کتابوں میں ہے۔ پس آؤ ہم ان کی اتباع اور تصدیق کریں تاکہ ہماری دنیا و آخرت دونوں سلامت رہ سکیں۔"

ہرقل کی یہ تقریر سن کر تمام اہل دربار چلا اٹھے اور دربار سے نکلنے کے لئے باہر کی طرف بھاگے مگر تمام دروازے بند تھے۔ یہ دیکھ کر ہرقل نے حکم دیا کہ ان کو واپس بلاؤ۔ جب وہ لوٹ

آئے تو اس نے کہا کہ میں تو تمہارا امتحان لے رہا تھا۔ تمہاری دین کی پختگی اور مذہبی مضبوطی دیکھ کر مجھے مسرت ہوئی۔ یہ سن کر سب خوش ہو گئے اور بادشاہ کے سامنے سجدہ میں گر پڑے۔
(سیرتِ مصطفےٰ ۲/۳۸۳)

ہرقل کا خط

اس وقت اس نے آپؐ کے نام ایک خط حضرت دحیہؓ کے ذریعہ بھیجا جس میں اس نے لکھا کہ میں مسلمان ہوں مگر میں حالات کی وجہ سے مغلوب ہوں اور اس نے کچھ ہدایا روانہ کئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کے جواب کا علم ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ اللہ کا دشمن جھوٹ کہتا ہے لیکن آپؐ نے تحائف قبول فرما کر مسلمانوں میں تقسیم فرما دئے۔ صحیح ابن حبان میں ہے کہ آپؐ نے تبوک کے موقع پر بھی ہرقل کے نام خط لکھا تھا جبکہ مسند احمد میں ہے کہ اس نے اس خط کا جواب میں لکھا تھا کہ میں مسلمان ہوں اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے جھوٹ بولا اور وہ اپنی نصرانیت پر قائم ہے۔ (سیرت حلبیہ ۳/۲۴۶)

ضغاطر کا اسلام

سیرت مصطفےٰ میں ہے کہ یہ صورتِ حال دیکھ کر ہرقل نے پھر حضرت دحیہؓ کو طلب کیا اور کہا کہ مجھے یقین ہے کہ آپ نبی مرسل ہیں مگر مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے۔ تم ضغاطر کے پاس جاؤ اور اپنے پیغمبر کے حال سے اس کو آگاہ کرو۔ حضرت دحیہؓ نے اس کے پاس پہنچ کر تمام حال بیان کیا ضغاطر نے تمام حالات سن کر کہا کہ خدا کی قسم وہ نبی مرسل ہیں، ہم ان کی شان اور صفات آسمانی کتب میں پاتے ہیں۔ یہ کہہ کر وہ حجرے میں گیا اور سفید کپڑے پہن کر، عصا ہاتھ میں لے کر کنیسہ میں آیا اور سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا: "اے اہل روم، ہمارے پاس احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے خط آیا ہے۔ اس میں ہمیں اللہ عزوجل کی طرف دعوت دی ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور احمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔" یہ سنتے ہی لوگ اس پر ٹوٹ پڑے اور اس کو شہید کر دیا۔ حضرت دحیہؓ نے واپس آکر اس واقعہ سے ہرقل کو آگاہ کیا۔ وہ کہنے لگا کہ مجھے بھی یہی خوف ہے کہ یہ لوگ مجھے قتل کر دیں۔ (سیرت مصطفےٰ ۲/۳۸۴)

لیکن معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ واقعہ تبوک کے موقع کا ہے۔ جیسا کہ پہلے مذکور ہوا کہ

تبوک کے موقع پر بھی خط حضرت دحیہؓ ہی لے کر گئے تھے۔ کیونکہ یہ بات بعید ہے کہ قیصر نے دوبارہ کچھ ہی روز بعد حضرت دحیہؓ کو پھر ضغاطر کے پاس بھیجا ہو، کیونکہ اہل دربار کو خطاب کرنے سے پہلے وہ ضغاطر کی رائے لے چکا تھا۔ نیز جب پہلی بار ضغاطر نے اپنے اسلام لانے کا اعلان نہیں کیا تو اب چند روز بعد اس کی رائے کیسے تبدیل ہو گئی، جبکہ قاصد بھی دونوں بار حضرت دحیہؓ ہی ہیں۔ اس لئے ظاہر یہی ہے کہ یہ دو شخصیتیں اور دو علیحدہ علیحدہ واقعے ہیں۔ پہلا واقعہ ۷ ہجری کا ہے اور دوسرا تبوک کے موقع کا جب حضرت دحیہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا نامہ مبارک ہرقل کے پاس لے کر گئے تھے۔ واللہ اعلم۔

ہرقل کا قاصد

تبوک کے موقع پر ہرقل کا جو قاصد اس کا خط لے کر آپؐ کے پاس آیا تھا اس کا بیان ہے کہ "میں تبوک آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے درمیان تشریف رکھتے تھے۔ میں نے پوچھا کہ تمہارے سردار کہاں ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ ہیں۔ پس میں آپؐ کے سامنے آکر بیٹھ گیا اور اپنا خط آپ کے حوالے کیا۔ آپؐ نے اسے اپنی گود میں رکھا پھر فرمایا کہ تم کون ہو؟ میں نے کہا کہ میں احمد تنوخ ہوں۔ پھر فرمایا کہ تم دین اسلام کو قبول کرتے ہو؟ میں نے کہا کہ میں ایک قوم کا قاصد ہوں اور اپنی قوم ہی کے دین پر ہوں اور اپنے دین سے اس وقت تک نہ پھروں گا جب تک کہ اپنی قوم کے پاس لوٹ نہ جاؤں۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے اور یہ آیت تلاوت فرمائی:

انک لاتھدی من احببت والکن اللہ یھدی من یشاء
وھواعلم باالمھتدین o (القصص، آیت ۵۶)

بلا شبہ تو جس کو چاہے ہدایت نہیں دے سکتا۔ لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے
ہدایت دیتا ہے اور وہی ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے۔

جب آپ میرا خط پڑھ کر فارغ ہوئے تو فرمایا کہ تم قاصد ہو، تمہارا ہم پر حق ہے۔ اگر ہمارے پاس انعام کے طور پر دینے کے لئے کچھ ہوتا تو تمہیں ضرور دیتے، مگر اس وقت ہم سفر میں ہیں۔ یہ سن کر آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ تحفہ میں دوں گا۔ پھر ایک جوڑا میری گود میں ڈال دیا، بعد میں میرے استفسار پر بتایا گیا کہ وہ عثمان بن عفان رضی

اللہ عنہ تھے۔" (سیرت حلبیہ ۲۴۶ / ۳)

نامہ ء مبارک کا عکس

ہرقل کے نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ ء مبارک اردن کے شاہ حسین کو اپنے دادا سے ملا تھا اور لندن کے ماہرین نے اس کو اصل قرار دیا۔ بارہ اپریل ۱۹۷۷ء کو رائٹر نے پھر اسی کے حوالے سے ۱۳۔اپریل ۱۹۷۷ء کو انڈین ایکسپریس نئی دہلی نے مندرجہ ذیل خبر شائع کی:

"گزشتہ رات اردن کے شاہ حسین نے ٹیلی ویژن پر اعلان کیا کہ برٹش عجائب گھر کے ماہرین نے برٹش لائبریری لندن میں اس نامہ ء مبارک کا معائنہ کیا اور اس کو اصلی قرار دیا۔ یہ خط مبارک امان کے قریب الہاشمیہ محل میں رکھا جائے گا تاوقتیکہ ایک خاص مسجد تعمیر نہ ہو جائے جہاں محبان اسلام از خود اس کی زیارت کر سکیں۔"

اسی نامہ ء مبارک کی اصل ڈاکٹر حمید اللہ نے فرانسیسی رسالہ ARABICA میں اس سے قبل ۱۹۵۵ء میں شائع کرائی تھی۔

(نقوش رسول نمبر، جلد دوم، صفحات ۲۱۰ تا ۲۱۲، سیرت احمد مجتبیٰ، جلد سوم، صفحہ ۱۲۰)

ہرقل کے نام نامہ ء مبارک کا عکس حال ہی میں شائع ہونے والی کتاب سیرت النبی البم کے دوسرے ایڈیشن میں موجود ہے۔ اسی طرح اس کا ایک عکس اسلامک کیلیگرافی، مرتبہ آفتاب احمد میں اور ایک عکس "الوثائق السیاسیہ" کے پانچویں ایڈیشن میں بھی موجود ہے، جو ۸۵ء میں شائع ہوا ہے۔

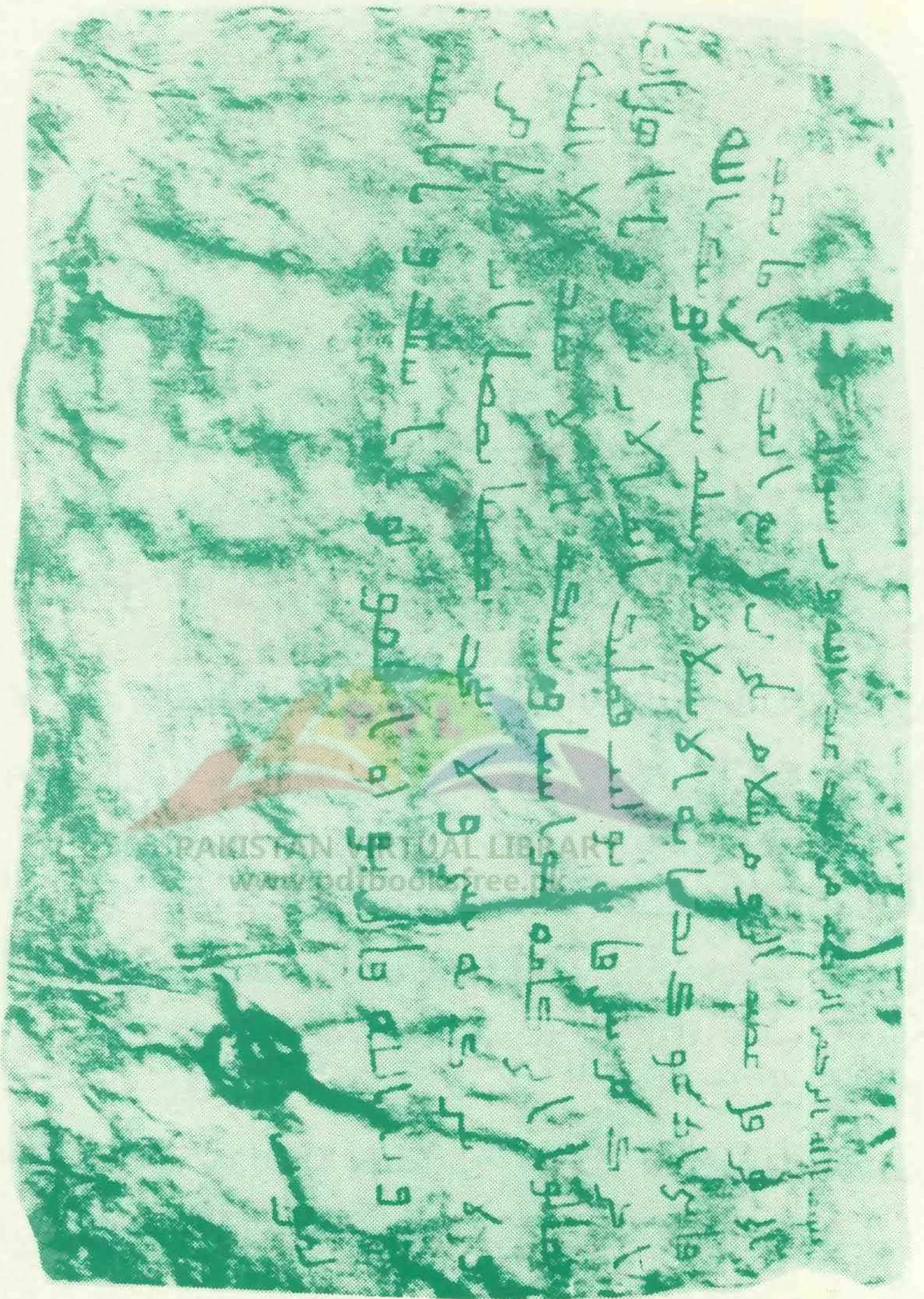
اسلامک کیلیگرافی اور الوثائق السیاسیہ میں جو عکس دیا گیا ہے وہ بظاہر ہاتھ سے بنایا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ عین ممکن ہے کہ وہ اصل سے ٹریس کیا گیا ہو جبکہ سیرت النبی البم میں موجود عکس اصل سے زیادہ قریب معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔ یہاں دونوں عکس دئے جارہے ہیں۔

نامہ مبارک کا متن

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم • مِن محمدٍ عبدِ اللّٰہ ورسولہٖ، الیٰ ھِرَقْلَ عظیمِ الروم • سلامٌ علیٰ مَنِ اتَّبع الھُدیٰ • اما بعد: فانِّی ادعوک بدِ عایۃ الاسلام، اسلِم تَسلَم، یؤتِکَ اللّٰہ اجرکَ مرَّتین، فان تولیتَ فعلیک اثم الاریسیین • ویا اھل الکتٰب تعالَوا الیٰ کلمۃٍ سواءٍ بیننا وبینکم اَلاَّ نعبُد الاَّ اللّٰہ ولا نُشرک بہٖ شیئًا ولا یتَّخِذ بعضُنا بعضًا اربابًا من دون اللّٰہِ، فان تولَّوا فقولوا اشھَدوا بانَّا مُسلِمون ٥

بسم الله الرحمن الرحيم من محمد عبد الله و رسوله
الى هرقل عظيم الروم سلام على من اتبع الهدى اما بعد
فانى ادعوك بدعاية الاسلام اسلم تسلم يؤتك الله
اجرك مرتين فان توليت فعليك اثم الاريسيين و يا اهل الكتاب
تعالوا الى كلمة سواء بيننا و بينكم الا نعبد الا الله
و لا نشرك به شيئا و لا يتخذ بعضنا بعضا اربابا من
دون الله فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا
مسلمون

نامہء مبارک بنام ہرقل قیصر روم (عکس)



نامہ مبارک بنام ہرقل قیصر روم (عکس)

ترجمہ

" بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے روم کے ہرقل عظیم کی جانب ۔ سلام اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے ۔ اما بعد ! میں تمہیں اسلام کے کلمہ کی دعوت دیتا ہوں، اسلام لے آؤ ، سلامت رہو گے ، اللہ تعالیٰ تمہیں دہرا اجر دے گا ۔ پس اگر تو نے روگردانی کی تو تیری تمام جاہل رعایا (کے اسلام نہ لانے) کا گناہ بھی تجھ پر ہو گا اور اے اہل کتاب ! تم ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرائیں اور ہم اللہ کے سوا آپس میں ایک دوسرے کو اپنا رب نہ بنائیں ۔ پھر اگر وہ روگردانی کریں تو آپ کہہ دیجئے کہ تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں ۔ "

نامہ مبارک بنام مقوقس

براعظم افریقہ کے شمال میں مصر کا ملک تاریخ کے ابتدائی زمانے سے تہذیب و تمدن اور خاص سیاسی عظمت کا مالک رہا ہے۔ اس ملک کے بادشاہوں کا لقب فرعون ہوا کرتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت مصر میں دو قومیں آباد تھیں، ایک قبطی جو وہاں کے اصلی باشندے تھے، دوسرے رومی یا بیزنطینی جنہوں نے مصر کو اپنی نوآبادی بنا لیا تھا۔ مقوقس بیزنطینی سلطنت کی جانب سے مصر کا نائب السلطنت تھا۔ وہ اپنے مذہب کا بڑا عالم تھا اور اس کا دارالسلطنت مصر کا مشہور تاریخی شہر اسکندریہ تھا۔ مصر عہد قدیم ہی سے مشرق و مغرب کے درمیان تجارتی، تہذیبی اور علمی تعلقات کا ذریعہ رہا ہے۔ نیز اس نے علوم ہندسہ و نجوم سمیت دیگر علوم و فنون میں جو ترقی کی وہ ہرگز قابل فراموش نہیں لیکن اخلاقی حالت اس کی بھی ایران و روم سے کم بدتر نہ تھی اور مصر ہر قسم کی اخلاقی بیماریوں کے مرکز کی حیثیت اختیار کر گیا تھا۔ رومی امراء و حاکم مصر کے عوام کو اپنی ملکیت تصور کرتے تھے۔ (مکتوباتِ نبوی، ۱۳۷)۔

آپؐ کا خطاب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جن سلاطین کو خط لکھوائے تھے ان میں سے ایک یہی مقوقس تھا۔ اس کا نام جریج ابن مینا تھا۔ آپؐ جب حدیبیہ سے واپس ہوئے تو ایک روز آپؐ نے صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا: "اے لوگو! تم میں سے مصر کے حاکم کے پاس میرا خط لے کر کون جائے گا؟" یہ سن کر حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ اٹھے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں لے کر جاؤں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دعا دی اور فرمایا اللہ تمہیں برکت عطا فرمائے۔

حضرت حاطبؓ کی بادشاہ سے ملاقات

حضرت حاطبؓ کہتے ہیں کہ میں نے خط لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے گھر والوں سے رخصت ہو کر روانہ ہو گیا۔ مصر پہنچا تو پتہ چلا کہ مقوقس اسکندریہ شہر میں قیام پذیر ہے۔ میں نے وہاں پہنچ کر دیکھا کہ بادشاہ دریا کے کنارے ایک جھروکہ میں بیٹھا ہے۔ میں نے اس کو اشارے سے، دور ہی سے خط دکھایا۔ اس نے خط دیکھ کر اندر بلانے کا حکم دیا۔ جب میں اندر گیا تو وہ مجھ سے خط لے کر پڑھنے لگا۔ خط پڑھنے کے بعد اس نے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ اگر تمہارے پیغمبر نبی ہیں تو جب ان کی قوم نے ان کی مخالفت شروع کی اور انہیں اپنے شہر سے نکال دیا اور وہ دوسرے شہر جانے پر مجبور ہوئے تو انہوں نے اپنی قوم کے خلاف بد دعا کیوں نہ کی، تاکہ وہ ہلاک ہو جاتے؟ بادشاہ نے اپنی بات دہرائی۔ پھر جب وہ چپ ہو گیا تو حضرت حاطبؓ نے اس کو جواب دیتے ہوئے کہا کہ کیا تم اس کی گواہی نہیں دیتے کہ حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں؟ پس جب ان کی قوم نے ان کو پکڑا اور ان کے قتل کا ارادہ کیا تو انہوں نے اپنی قوم کے لئے بد دعا کیوں نہ کی، تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں ہلاک کر دیتا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اٹھا لیا؟ یہ جواب سن کر مقوقس کہنے لگا کہ تم نے خوب کہا۔ تم واقعی دانا شخص ہو اور صاحبِ حکمت شخص کے پاس سے آئے ہو۔ (سیرت حلبیہ ۲۴۹ / ۳)

حضرت حاطبؓ کی تقریر

اس مکالمے کے بعد حضرت حاطبؓ نے مقوقس کو مخاطب کر کے فرمایا "تم سے پہلے ایک شخص گزرا ہے جس کا اپنے بارے میں یہ گمان تھا کہ وہ ربِ اعلیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو دنیا و آخرت کے عذاب میں پکڑ لیا اور اس کو ہلاک کر دیا۔ پس تم اس سے عبرت حاصل کرو۔ ایسا نہ ہو کہ لوگ تم سے عبرت پکڑیں۔ اس پر مقوقس نے کہا: "اچھا"۔ پھر حضرت حاطبؓ نے فرمایا کہ ایک دین ہے جو تمہارے دین سے بہتر ہے اور وہ اسلام ہے، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ اس کو تمام مذاہب پر غالب کرے گا۔ اس پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی تو اس بارے میں سب سے زیادہ سخت قریش نکلے، جبکہ یہود سب سے زیادہ دشمن اور نصاریٰ سب سے زیادہ قریب ثابت ہوئے۔ خدا کی قسم حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت

عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت دینا بالکل ایسا ہی ہے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی اور ہمارا تمہیں قرآن کی طرف بلانا بھی بالکل ایسا ہی ہے جیسے تم اہل توریت کو انجیل کی طرف دعوت دیتے ہو۔ جو قوم کسی نبی کو پائے وہ اس نبی کی امت ہے اور اس کے ذمہ لازم ہے کہ وہ اس نبی کی اطاعت کرے اور تم بھی ان لوگوں میں شامل ہو جنہوں نے اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے اور ہم تمہیں دین مسیح سے روکتے نہیں بلکہ اس کا حکم دیتے ہیں۔" (یعنی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی تو تم پر ان کی اطاعت کے لئے لازم ہے کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرو)۔ یہ تمام باتیں سن کر مقوقس نے کہا کہ میں نے اس نبی کے بارے میں غور کیا اور میں نے دیکھا کہ وہ قابل نفرت چیزوں کا حکم نہیں دیتے اور وہ ناپسندیدہ چیزوں سے روکتے ہیں۔ نہ وہ گمراہ جادوگر ہیں اور نہ جھوٹے کاہن اور میں نے نبوت کی علامات بھی ان میں دیکھی ہیں۔ مثلاً غیب کی اور پوشیدہ باتوں کی خبر دینا۔ میں اس بارے میں پھر غور کروں گا۔

(روض الانف ۲۴۹/ ۴، سیرتِ حلبیہ ۲۴۹/ ۳)

اس کے بعد مقوقس نے نامہ مبارک کو لیا اور ہاتھی کے دانت کے ڈبہ میں رکھ کر اس پر اپنی مہر لگائی اور اس کو خزانے میں بھیج دیا۔

حضرت مغیرہؓ سے مقوقس کا مکالمہ

واقدی اور ابو نعیم نے مغیرہ بن شعبہ سے روایت کی کہ جب وہ بنی مالک کے ساتھ مقوقس کے پاس پہنچے تو اس نے کہا کہ تم اپنے ساتھیوں سے جدا ہو کر میرے پاس کیسے پہنچے، کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب میرے اور تمہارے درمیان حائل تھے۔ ہم نے کہا کہ ہم دریا سے ملحق ہو گئے اور ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے خوف کیا۔ مقوقس نے کہا کہ جب انہوں نے تمہیں دعوت اسلام دی تو تم نے کیا تدبیر اختیار کی؟ ہم نے کہا کہ ہم میں سے ایک شخص نے بھی ان کی دعوت کو قبول نہ کیا۔ اس نے پوچھا کہ تم نے دعوت اسلام کو کیوں قبول نہ کیا؟ ہم نے کہا کہ وہ ہمارے پاس ایسا دین لے کر آئے جس کو نہ ہمارے باپ، دادا جانتے تھے اور نہ بادشاہ ہی اس پر چلتے تھے۔ لہذا ہم اپنے باپ، دادا کے دین پر قائم رہے۔ اس نے پوچھا کہ ان کی قوم نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ ہم نے کہا کہ نوعمر لڑکوں نے تو ان کی اتباع قبول کر لی، باقی

لوگوں نے جن میں ان کی قوم کے بھی افراد تھے اور عرب کے دوسرے لوگ بھی تھے، ان کی مخالفت کی اور ان کے ساتھ جنگ کی جس میں کبھی ان لوگوں کو ہزیمت اٹھانی پڑی اور کبھی مسلمانوں کا نقصان ہوا۔ مقوقس نے پوچھا کہ وہ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟ ہم نے کہا کہ وہ اس کی دعوت دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے رہے، ہم ان کو چھوڑ دیں اور وہ نماز پڑھنے اور زکوۃ دینے کی دعوت دیتے ہیں۔ مقوقس نے پوچھا کہ کیا نماز پڑھنے کا کوئی وقت ہے؟ اور کیا زکوۃ کے لئے مال کی کوئی مقدار مقرر ہے؟ ہم نے کہا کہ دن رات میں پانچ نمازیں ہیں اور ہر ایک کے اوقات مقرر ہیں اور جس مال کی مقدار بیس مثقال ہو جائے تو اس کی زکوۃ ادا کرتے ہیں۔ ہر پانچ اونٹ پر ایک بکری کی زکوۃ ہے۔ پھر ہم نے تمام اموال کی زکوۃ کی تفصیل بتائی اس نے پوچھا کہ کیا تم نے دیکھا ہے کہ وہ صدقات کو وصول کر کے ان کو کہاں استعمال کرتے ہیں؟ ہم نے کہا کہ وہ اپنے فقراء پر تقسیم کرتے ہیں۔ وہ صلہ رحمی اور ایفائے عہد کا حکم دیتے ہیں۔ زنا، سود اور شراب کو حرام قرار دیتے ہیں اور اللہ کے نام کے علاوہ کسی اور ذبیحہ کو نہیں کھاتے۔

مقوقس نے کہا کہ یقیناً وہ تمام لوگوں کی طرف نبی اور رسول ہیں۔ اگر وہ قبط و روم میں ہوتے تو سب ان کی اتباع کرتے۔ بلاشبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی یہی احکامات دیئے۔ ان کے جو اوصاف تم نے بیان کئے ہیں، سابقہ انبیاء بھی انہی اوصاف پر مبعوث ہوئے۔ ان کا انجام بخیر ہو گا۔ یہاں تک کہ کوئی ان سے جھگڑا کرنے والا نہ ہو گا۔ جہاں تک پیدل و سوار جاسکتا ہے اور جہاں تک سمندروں اور دریاؤں کی انتہا ہے ان کا دین غالب ہو گا۔ ہم نے کہا کہ اگر تمام لوگ ان کے دین میں داخل ہو جائیں، ہم جب بھی ان کا دین قبول نہ کریں گے۔ اس پر مقوقس نے اپنا سر ہلایا اور کہا کہ تم کھیل کود میں پڑے ہوئے ہو۔

اس کے بعد اس نے پوچھا کہ ان کا نسب کیسا ہے؟ ہم نے کہا کہ وہ قوم میں ذی نسب ہیں اس نے کہا کہ انبیاء اپنی قوم میں ایسے ہی شریف النسب ہوتے ہیں۔ پھر اس نے پوچھا کہ ان کی باتیں کہاں تک سچی ہوتی ہیں؟ ہم نے کہا کہ ان کی سچائی کی بنا پر، ہم انہیں صادق کہتے ہیں۔ مقوقس نے کہا کہ تم اپنے معاملات میں غور کرو۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ وہ اپنے اور تمہارے درمیان سچائی کو ملحوظ رکھتے ہیں تو کیا وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولیں گے۔ پھر اس نے پوچھا کہ کون لوگ ان کی اتباع کرتے ہیں؟ ہم نے کہا کہ نوعمر لوگ۔ اس نے کہا کہ سابقہ انبیاء کے متبعین کا بھی یہی حال رہا ہے۔ اس نے پوچھا کہ یثرب کے یہود نے ان کے ساتھ کیا کیا، کیونکہ وہ اہل توریت ہیں؟ ہم نے

کہا کہ انہوں نے ان کی مخالفت کی اور ان کے ساتھ جنگ ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قتل کیا اور قیدی بنایا اور وہ چاروں طرف متفرق ہو کر چلے گئے ۔ مقوقس نے کہا کہ یہود حاسد قوم ہے ۔ انہوں نے آپ کے ساتھ حسد کیا مگر وہ ان کی نبوت کو خوب جانتے اور پہچانتے ہیں، جس طرح کہ ہم جانتے ہیں ۔

پادری کی تصدیق

حضرت مغیرہؓ بیان کرتے ہیں کہ پھر ہم اس کے پاس سے اٹھ کھڑے ہوئے ۔ ہم نے اس سے ایسی باتیں سنیں جس سے ہمارے دل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مائل ہو گئے اور ہم نے کہا کہ جب عجم کے بادشاہ ان کی تصدیق کرتے ہیں اور قرابت داری میں ان سے دور ہونے کے باوجود ان سے خوف کرتے ہیں تو ہم تو ان کے اقرباء اور ہمسایہ ہیں، ہم ان کے دین میں داخل نہیں ہوتے حالانکہ وہ داعی ہمارے گھروں میں دعوت دینے تشریف لایا ۔ حضرت مغیرہؓ کہتے ہیں کہ میں جب تک اسکندریہ میں رہا برابر کنیسہ میں جاتا رہا اور ان کے قبطی و رومی اسقفوں سے پوچھتا رہا، وہ سب کے سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت سے واقف تھے ۔ ایک قبطی اسقف ایسا تھا کہ میں نے اس سے زیادہ ریاضت و مجاہدہ کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا ۔ میں نے اس سے کہا کہ مجھے بتاؤ کہ کیا نبیوں میں سے کسی کا آنا باقی ہے ؟ اس نے کہاں ہاں ۔ وہ آخری نبی ہے ۔ اس کے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے ۔ بلاشبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کی اتباع کا حکم دیا ہے اور وہ نبی امی عربی ہے ۔ ان کا نام احمد ہو گا، وہ دراز قامت ہوں گے، نہ پستہ قد، ان کی آنکھوں میں سرخی ہو گی، نہ وہ گورے ہیں نہ وہ سیاہ، وہ اپنے سر کے بالوں کو چھوڑیں گے اور موٹا لباس پہنیں گے اور جیسا کھانا پائیں گے اسی پر قناعت کریں گے ۔ ان کی تلوار ان کی گردن میں حمائل ہو گی اور جو ان سے جنگ کرے گا وہ اس کی پرواہ نہ کریں گے ۔ وہ بذات خود جنگ کی قیادت کریں گے ۔ اس کے ساتھ اس کے اصحاب ہوں گے جو ان پر اپنی جان قربان کریں گے اور اپنے باپ دادا اور بیوی بچوں سے زیادہ ان سے محبت کریں گے ۔ وہ ایک حرم میں ظہور فرمائیں گے پھر دوسرے حرم کی طرف ایسی سرزمین میں ہجرت کریں گے جو سنگلاخ اور نخلستان ہو گی ۔ ان کا دین، دین ابراہیم ہو گا ۔ میں نے کہا کہ ان کی مزید صفات بیان کیجئے ؟ اس نے کہا کہ وہ نصف کمر تک تہبند باندھیں گے اور وہ ہاتھ پاؤں اور منہ کو دھوئیں گے ۔ وہ ان خصوصیات کے ساتھ

مختص ہوں گے جن پر سابقہ انبیاء مخصوص نہ ہوئے۔ ہر نبی اپنی ہی قوم کی طرف مبعوث ہوتا رہا۔ مگر وہ تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہوں گے۔ ان کے لئے ساری زمین مسجد ہوگی۔ جس جگہ بھی نماز کا وقت ہوگا وہ نماز پڑھائیں گے۔ وہ تیمم کر کے نماز پڑھ لیں گے، حالانکہ ان سے پہلے لوگوں پر یہ سختی تھی کہ وہ کنیسہ اور صومعہ کے سوا نماز نہیں پڑھ سکتے تھے۔ حضرت مغیرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے یہ تمام باتیں ذہن میں محفوظ کر لیں۔ جو اس نے کہا وہ بھی اور جو اس کے سوا دوسرے پادریوں نے کہا وہ بھی۔ پھر میں واپس آکر مسلمان ہو گیا۔ (خصائص کبریٰ ۴۲۔۴۳/ ۲)

مقوقس کا خط

اس کے بعد مقوقس نے عربی جاننے والے کاتب کو طلب کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام درج ذیل خط لکھوایا:

"محمد بن عبداللہ کے نام مقوقس سردار قبط کی طرف سے۔ آپ پر سلام ہو۔ امابعد! میں نے آپ کا خط پڑھا اور جو کچھ اس میں ذکر تھا اور جس چیز کی طرف آپ نے دعوت دی ہے، اس کو سمجھا۔ میں جانتا ہوں کہ ایک نبی کی آمد باقی ہے، لیکن میرا خیال تھا کہ وہ شام میں ہوگا۔ میں نے آپ کے قاصد کا اکرام کیا ہے اور دو باندیاں جن کا قبط کے ہاں بڑا احترام ہے، کچھ کپڑے اور آپ کی سواری کے لئے ایک خچر ہدیہ کے طور پر بھیج رہا ہوں۔"

علامہ حلبیؒ لکھتے ہیں کہ اس نے تین باندیاں بھیجی تھیں اور وہ تینوں بہنیں تھیں۔ ان کے نام ماریہ، سیرین اور قیسر تھے۔ ان میں سے حضرت ماریہؓ مشرف باسلام ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں آئیں اور جو خچر آپ کو ہدیتہً دیا گیا تھا اس کا نام دلدل تھا۔

اس کے بعد مقوقس نے حضرت حاطبؓ کو کہا کہ اگر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کروں تو یہ قبط میری اطاعت نہیں کریں گے اور میں اپنی حکومت نہیں چھوڑ سکتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم عنقریب تمام بلاد پر غالب آئیں گے اور ہماری اس سرزمین پر آپ کی وفات کے بعد آپ کے اصحاب اتریں گے (یعنی اس کو فتح کریں گے) حضرت حاطبؓ نے واپس آکر تمام واقعات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش گزار کئے جن کو سن کر آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس نے اپنی بادشاہت کے بارے میں غلط گمان کیا، حالانکہ اس کی بادشاہت باقی رہنے والی نہیں۔

(سیرتِ حلبیہ ۲۵۱/ ۳)

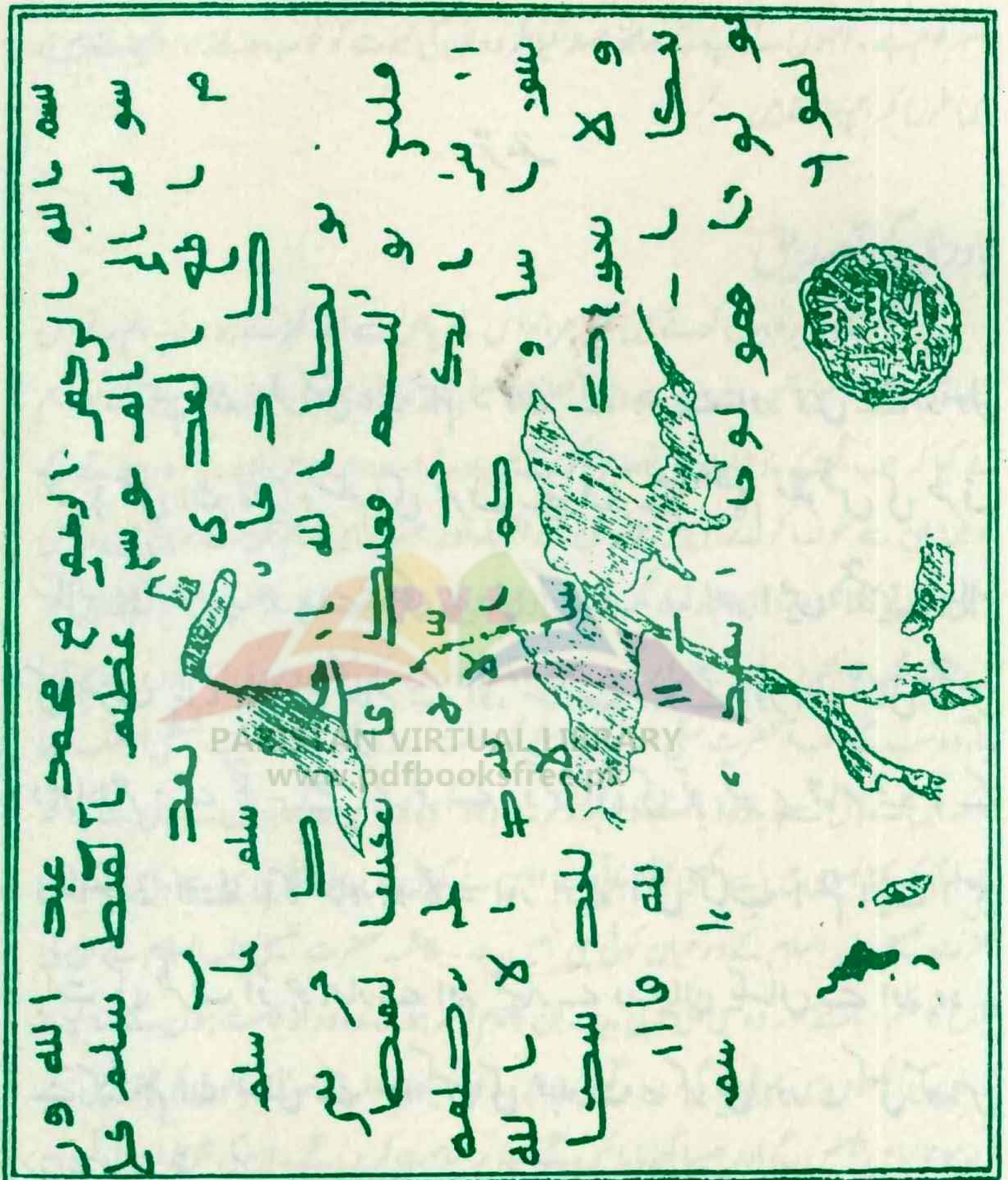
نامہ، مبارک کی دستیابی

یہ نامہ، مبارک ۱۸۵۰ کے زمانے میں فرانس کے ایک مستشرق کو مصر میں اخمیم کے مقام پر ایک راہب سے ملا تھا۔ یہ بھی ایک جھلی پر تحریر ہے جو شاید حفاظت کی غرض سے چمڑے کی جلد میں رکھی گئی تھی۔ جس کے گرد متعدد اوراق چپکے ہوئے تھے، جھلی کے درمیان کا حصہ کیڑوں نے کھالیا تھا۔ جس سے بعض حروف مدھم پڑ گئے تھے۔ بعد میں جھلی کو ان اوراق سے علیحدہ کرنے کے لئے جھلی کو پانی سے گیلا کرنا پڑا جس کی وجہ سے وہ الفاظ جو مدھم پڑ گئے تھے بالکل مٹ گئے۔ یہ خط بعد میں سلطان عبدالمجید خان اول نے تین سو اشرفی میں خرید لیا تھا اور قصر شاہی میں دیگر تبرکات کے ساتھ رکھوا دیا تھا۔ بعد میں یہ خط پھر لاپتہ ہو گیا تھا، مگر آجکل یہ ترکی کے توپ کاپی عجائب گھر میں دوسرے تبرکاتِ نبوی کے ساتھ محفوظ ہے۔ یہ فریم میں بند ہے مگر جھلی سیاہ پڑ گئی ہے۔ سیاہی کافی مشکل سے نظر آتی ہے۔ کئی جگہ سے جھلی کے ٹکڑے جھڑ گئے ہیں اور عبارت کے کچھ حصے غائب ہو گئے ہیں۔ (رسول اکرم کی سیاسی زندگی ۱۵۶)

صاحبِ مصباح المضی نے واقدی کے حوالے سے لکھا ہے کہ مقوقس کے نام بھیجا جانے والا یہ نامہ، مبارک حضرت ابو بکر صدیقؓ نے تحریر کیا تھا۔ (مکتوباتِ نبوی ۱۴۱)۔

نامہ مبارک کا متن

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ۔ من محمدٍ عبدِ اللّٰہ ورسولہ، الی المُقَوْقِسْ عظیمِ القِبط ۔ سلام علٰی من اتَّبع الھُدی ۔ اما بعد! فانی ادعوك بدِ عایۃ الاسلام؛ اسلِم تَسلَم، یؤتك اللّٰہ اجرك مرتین — فان تولّیت، فعلیك اثم القبط ۔ یا اھلَ الکتاب تعالَوا الٰی کلمۃٍ سواءٍ بیننا وبینَکم ان لا نعبُد الا اللّٰہ ولا نُشرك بہ شیئاً، ولا یتَّخِذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللّٰہ، فان تولوا فقولوا اشھَدوا بانّا مُسلِمون ٥



نامہ مبارک بنام مقوقس، شاہ مصر (عکس)

ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے قبط کے عظیم مقوقس کی طرف سلام ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے ۔ اما بعد ! میں تمہیں اسلام کی طرف بلاتا ہوں، اسلام لے آؤ، سلامت رہو گے اور اللہ تعالیٰ تمہیں دہرا اجر دے گا ۔ پھر اگر تو نے روگردانی کی تو تجھ پر تمام قبط (کے اسلام نہ لانے) کا گناہ ہو گا ۔ اور اے اہل کتاب ! تم ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرائیں ۔ اور ہم اللہ کے سوا، آپس میں ایک دوسرے کو اپنا رب نہ بنائیں ۔ پھر اگر وہ روگردانی کریں تو آپ کہہ دیجئے کہ تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں ۔

نامہ ءمبارک بنام منذر بن ساویٰ

بحرین، خلیج عرب کے جنوبی ساحل پر واقع ہے۔ بحرین سے مراد جزائر بحرین نہیں جیسا کہ آج کل کہا جاتا ہے بلکہ اس زمانے میں بحرین، خلیج عرب کی اس ساحلی پٹی کو کہا جاتا تھا جو عراق کے ڈیلٹا سے لے کر موجودہ ریاست قطر تک پھیلی ہوئی تھی۔ بحرین کے چند شہر بہت مشہور تھے مثلاً قطیف، جواثا، غابہ، سابور وغیرہ۔ بحرین عرب ہی کا ایک حصہ ہے اور موتیوں کی پیداوار کے لئے دنیا بھر میں مشہور ہے۔ یہاں کے اکثر باشندوں کا پیشہ موتیوں کی غواصی تھا۔ آج کل بحرین پٹرول کی پیداوار کی وجہ سے خاصی اہمیت کا حامل ہے۔ بحرین کی تاریخ کافی قدیم ہے۔ چھٹی صدی عیسوی میں یہ ایرانی حکومت کے زیر اقتدار تھا اور یہاں کے ایرانی گورنر کا نام منذر بن ساویٰ تھا، جو ان خوش قسمت لوگوں میں سے ہے جنہوں نے پیغام رسالت سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا۔ اہل بحرین میں سے بھی اکثر مسلمان ہوئے، جبکہ بعض اپنے قدیم مذہب پر قائم رہے۔

(مکتوباتِ نبوی ۱۵۶، ہادی اعظم ۲۳۷)۔

صحیح بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ مسجدِ نبوی کے بعد سب سے پہلے بحرین کی مسجد میں جمعہ ادا کیا گیا جو جواثا شہر میں واقع تھی۔ (بخاری کتاب الجمعہ)۔

منذر کے نام آپ کے خطوط

بحرین کے گورنر منذر بن ساوی کے نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نصف درجن سے زیادہ خطوط تحریر کرائے۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے اس کی وجہ یہ تحریر کی ہے کہ منذر بن ساویٰ مسلمان ہو چکے تھے اور ایک اہم اسلامی صوبہ کے راسخ العقیدہ، اطاعت شعار اور مخلص گورنر تھے اور ان کے اسلام لانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی چار سال تک زندہ رہے۔

(رسول اکرم کی سیاسی زندگی ۱۶۹)۔

لیکن جس نامہ مبارک کا عکس دستیاب ہے وہ آپ نے منذر بن ساویٰ کے اس خط کے جواب میں تحریر فرمایا تھا جو اس نے آپ کے پہلے نامہ مبارک کے جواب میں تحریر کیا تھا۔ اس خط میں اس نے اپنے مسلمان ہونے کی اطلاع دے کر آپ سے آئندہ سلطنت کے امور کے سلسلہ میں ہدایت جاری کرنے کی درخواست کی تھی۔ یعنی یہ منذر کے نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے خط کا عکس ہے، جبکہ پہلے خط کا صرف حوالہ ملتا ہے، متن کہیں دستیاب نہیں۔ تاریخ طبری طبقاتِ ابن سعد، سیرتِ حلبیہ، السیرۃ النبویہ والاثار المحمدیہ، روض الانف اور ڈاکٹر حمید اللہ سمیت تمام کتب سیرت و تاریخ یہی کہتی ہیں کہ اس کی عبارت کہیں نہیں ملتی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منذر کے نام پہلا نامہ مبارک جس کی عبارت نہیں ملتی حضرت علا بن الحضرمیؓ کے ذریعہ جعرانہ سے واپسی کے بعد یا فتح مکہ سے پہلے بھیجا تھا۔ ڈاکٹر حمید اللہ، ابن الاثیر اور بلاذری کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منذر کے نام سن چھ ہجری میں خط لکھا تھا۔ (رسول اکرم کی سیاسی زندگی ۱۶۵)۔

حضرت علاؓ کی نصیحت

یہ خط منذر کے پاس حضرت علا بن الحضرمیؓ لے کر گئے تھے۔ خط دینے کے بعد انہوں نے منذر کو ان الفاظ میں نصیحت کی: "اے منذر تو دنیا میں بڑا ہوشیار اور عاقل ہے۔ تو آخرت کے معاملے میں نادان اور ذلیل نہ بن۔ مجوسیت بدترین مذہب ہے۔ اس میں عرب جیسا اکرام ہے، نہ اہل کتاب جیسا علم۔ یہ لوگ ان عورتوں سے نکاح کرتے ہیں جن کے ذکر سے حیا آتی ہے اور یہ لوگ وہ چیزیں کھاتے ہیں جن کے کھانے سے سلیم طبیعتیں نفرت کرتی ہیں اور دنیا میں اس آگ کی عبادت کرتے ہیں جو قیامت کے روز ان کو کھائے گی۔ اے منذر تو بے عقل اور نادان نہیں۔ پس غور کر۔ جو ذات کبھی جھوٹ نہیں بولتی اس کی تصدیق کرنے میں، جو ذات کبھی خیانت نہیں کرتی اس کو امین سمجھنے میں اور جس ذات کی بات میں کبھی اختلاف نہیں ہوتا اس پر اعتماد کرنے میں تجھے کیا تامل ہے؟ پس اگر بات اسی طرح ہے تو پھر یقیناً یہ نبی امی ایسے ہیں کہ جس چیز سے آپ نے منع فرمادیا کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ کاش آپ اس کا حکم دیتے، یا جس حد تک آپ نے معاف فرما دیا اس سے زائد معاف فرماتے، یا جو سزا آپ نے تجویز فرمادی اس میں تخفیف فرماتے۔ آپ کا ہر ارشاد اہل عقل کی تمنا اور اہل بصر کی فکر کے مطابق ہے۔"

منذر کا اسلام

یہ سن کر منذر نے کہا: میں جس دین پر ہوں، میں نے اس میں غور کیا تو میں نے اس کو صرف دنیا کے لئے پایا، آخرت کے لئے نہیں۔ پھر میں نے تمہارے دین میں غور کیا تو اس کو آخرت اور دنیا دونوں کے لئے پایا۔ پس مجھے اس دین کے قبول کرنے سے جس سے زندگی کی تمنائیں اور موت کی راحت حاصل ہو کیا چیز مانع ہو سکتی ہے؟ کل تک میں اس شخص پر تعجب کرتا تھا جو اس دین کو قبول کرے اور آج میں اس شخص پر تعجب کرتا ہوں جو اس دین کو رد کرے۔

(روض الانف ۲۵۰/ ۴)

منذر کا خط

اس کے بعد منذر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کا یہ جواب بھیجا:

"امابعد! یا رسول اللہ! میں نے آپ کا نامہ مبارک اہل بحرین کو سنایا۔ ان میں سے بعض نے اسلام کو پسند کیا اور اسلام انہیں اچھا لگا اور وہ اس میں داخل ہوئے اور بعض نے اس کو پسند نہ کیا اور اس میں داخل نہیں ہوئے۔ میری مملکت میں یہود و مجوس بستے ہیں، وہ اپنے مذہب پر قائم ہیں۔ ان کے بارے میں آپ اپنا حکم صادر فرمائیں۔"

اس خط کے جواب میں آپؐ نے جو نامہ مبارک منذر کو ارسال فرمایا وہ مشہور ہے اور تقریباً تمام کتب سیرت و تاریخ میں اس کا ذکر ملتا ہے۔

منذر کی آپؐ سے ملاقات

طبرانی اور ابن نافع کہتے ہیں کہ منذر بن ساویٰ بحرین سے وفد لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف ملاقات حاصل کیا تھا۔ لیکن بعض اہل سیرت کہتے ہیں کہ یہ درست نہیں۔ یہ وفد اشج قبیلہ کا تھا اور اس کا نام منذر بن عائذ تھا جبکہ ابو جعفر طبری لکھتے ہیں کہ منذر بن ساویٰ کا انتقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے قریب ہوا اور اس کی وفات کے وقت اس کے پاس عمرو بن العاصؓ بھی موجود تھے۔

(السیرت النبویہ والآثار المحمدیہ از سید احمد زینی ۱۷۱/ ۳)۔

علامہ برہان الدین حلبی لکھتے ہیں کہ ابن نافع کے بقول منذر وفد لے کر آپؐ کی خدمت

میں حاضر ہوا تھا مگر ابو ربیع نے اس کو غلط قرار دیا ہے۔ (سیرت حلبیہ ۲۵۲/۳)۔

نامہ مبارک کی دستیابی

یہ نامہ مبارک ۱۲۷۵ہجری ۱۸۵۸ء میں ایک فرانسیسی سیاح کو مصر کے ایک راہب سے ملا تھا۔ پھر اس کو ترکی کے سلطان عبدالمجید خان نے اس فرانسیسی سیاح سے ایک بڑی رقم کے بدلے خرید لیا تھا اور قسطنطنیہ میں دوسرے تبرکاتِ نبوی کے ساتھ رکھوا دیا تھا۔ یہ نامہ مبارک نہایت مہین سیاہی مائل بھوری کھال پر لکھا ہوا ہے۔ (مکتوباتِ نبوی ۱۶۴)۔

ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں کہ اس خط کا ذکر پہلی مرتبہ جرمن مجلس شرقیات کے رسالے ZDMG جلد ۱۷ میں سن ۱۸۶۳ء میں ہوا تھا۔ (رسول اکرم کی سیاسی زندگی ۱۶۵)۔

جبکہ "نقوش" میں ہے کہ منذر بن ساوی گورنر بحرین کے نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک دشمن کے قوتلی خاندان میں محفوظ ہے اور اس کی عبارت اس متن کے مطابق ہے جو دوسری کتب تاریخ مواہب لدنیہ، زاد المعاد وغیرہ میں ملتا ہے۔ یہ مکتوب ۱۹۱۷ء میں خواجہ کمال الدین نے بچشم خود دیکھا تھا اور رسالہ اسلامک ریویو ووکنگ (۱۹۱۷ء) میں اس پر مضمون بھی لکھا تھا۔ (نقوش رسول، نمبر جلد دوم، صفحہ ۲۱۰)

نامہ مبارک کا متن

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم • مِن محمدٍ رسولِ اللّٰہ الی المنذر بن ساوٰی • سلام علیک، فانی احمد اللّٰہ الیک الذی لا الٰہ غیرہ، واشھد ان لا الٰہ الا للّٰہ، وان محمداً عبدہ ورسولہ • اما بعد! فانی اُذَکِّرُک اللّٰہ عزّوجلَّ، فانہ مَن یَنصَح فانما یَنصَح لِنفْسِہ، وانہ مَن یطِع رُسُلی ویتّبع امرَھم فقد اطاعنی ومن نَصَح لھم فقد نَصَح لی، وانَّ رُسُلی قد اثنَوا علیک خیراً • وانی قد شفعتُک فی قومک، فاترُک للمسلمین ما اسلمو علیہ وعفوتُ عن اھل الذنوب، فاقبل منھم وانک مھما تَصلَح فلن نَعزلک عن عملک • ومن اقام علٰی یھودیّتہ او مجوسیّتہ فعلیہ الجزیۃ •

نامہ مبارک بنام منذر بن ساویٰ، گورنر بحرین (عکس)

ترجمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ اللہ کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب سے منذر بن ساویٰ کے نام ۔ سلام ہو تجھ پر ۔ میں تجھ سے اس خدا کی حمد بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں ۔ اما بعد ! میں تجھے اللہ عزوجل کی یاد دلاتا ہوں ۔ جو نصیحت قبول کرتا ہے وہ اپنے فائدے کے لئے کرتا ہے اور جس نے میرے قاصدوں کی پیروی کی اور ان کی ہدایت پر عمل کیا تو اس نے بلاشبہ میری پیروی کی اور جس نے ان کی خیر خواہی کی اس نے گویا میری خیر خواہی کی اور میرے قاصدوں نے آکر تمہاری تعریف و توصیف کی اور میں نے تمہاری قوم کے بارے میں تمہاری سفارش قبول کی ۔ پس وہ املاک مسلمانوں کے پاس چھوڑ دو جن پر وہ اسلام لانے کے وقت قابض تھے ۔ اور گنہگاروں سے درگزر کرتا ہوں ۔ لہذا تم بھی ان سے (توبہ) قبول کر لو اور جب تک تم اصلاح احوال کرتے رہو گے تو ہم تمہیں معزول نہیں کریں گے اور جو شخص اپنی یہودیت یا مجوسیت (آتش پرستی) پر قائم رہنا چاہے اس پر جزیہ ہے ۔

نامہ ءمبارک بنام نجاشی

حبشہ عرب کے جنوب میں، مشرقی افریقہ میں واقع ہے۔ حبشہ عربی نام ہے، یونانی زبان میں یہ ایتھوپیا کہلاتا ہے اور دنیا کے موجودہ نقشے میں اس کا نام اے بی سینیا ہے۔ حبشی زبان میں بادشاہ کو نجوس کہا جاتا ہے۔ نجاشی اسی لفظ نجوس کی تعریب ہے۔ نجاشی حبشہ کے ہر بادشاہ کا لقب ہوتا تھا۔ حبشہ کا رقبہ دو لاکھ ستانوے ہزار مربع میل ہے۔ اہل حبشہ اور اہل عرب کے درمیان قدیم زمانے سے تجارتی تعلقات قائم تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد ہاشم کو قیصر روم نے شام آنے جانے کی اجازت دی تھی اور حبشہ کے حاکم نجاشی کے نام بھی سفارشی خط لکھ کر دیا تھا جو اس کے زیر اثر تھا۔ چنانچہ ہاشم نے جب اپنے بھائی کو حبشہ بھیجا تو ان کو نجاشی نے اس بات کی اجازت دے دی تھی کہ وہ تجارتی قافلہ لے کر آجاسکتے ہیں۔ پھر اسلام کے ابتدائی دور ہی میں مسلمانوں نے بھی اہل حبشہ سے تعلقات قائم کر لئے اور ایسی متعدد احادیث ملتی ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل حبشہ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی تاکید کی ہے۔ (مکتوباتِ نبوی ۴۹، رسول اکرم کی سیاسی زندگی ۱۲۱ - ۱۳۲)۔

ہجرت حبشہ

جب مسلمانوں پر مکہ کی سرزمین تنگ کر دی گئی اور مشرکین نے مسلمانوں کو حد سے زیادہ ستانا شروع کر دیا تو ماہ رجب سن پانچ نبوی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو حبشہ کی جانب ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ اس وقت حبشہ کے حکمران نجاشی کا نام اصحمہ تھا۔ اس کا خاندان چوتھی صدی عیسوی سے حبشہ کا حکمران چلا آرہا تھا۔ جب مسلمانوں کا پہلا قافلہ حبشہ روانہ ہوا تو اس میں ۱۲ مرد اور ۴ عورتیں تھیں۔ یہ قافلہ پوشیدہ طور پر رات کی تاریکی میں بندرگاہ پہنچا۔ وہاں سے دو تجارتی جہازوں کے ذریعہ حبشہ روانہ ہوا۔ اس قافلے کے سربراہ حضرت عثمان بن

عفان رضی اللہ عنہ تھے ۔ اس سفر میں ان کی زوجہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بھی ان کے ہمراہ تھیں ۔ قریش نے اطلاع ملنے پر مہاجرین حبشہ کا تعاقب کیا مگر اس وقت تک مہاجرین کا قافلہ ان کی دسترس سے نکل چکا تھا ۔

اس واقعہ کے بعد مشرکین مکہ مسلمانوں کو پہلے سے زیادہ تکلیفیں دینے لگے اور ان کی ایذا رسانی میں مزید اضافہ ہو گیا ۔ اس صورتِ حال کے پیش نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری بار ہجرتِ حبشہ کی اجازت مرحمت فرمائی ۔ اس مرتبہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد نے ہجرت کی جس میں ۸۶ مرد اور ۱۷ عورتیں شامل تھیں ۔ اس قافلے میں حضرت علیؓ کے بھائی حضرت جعفر طیارؓ بھی تھے ۔ ان کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کے نام ایک نامہ ء مبارک بھی بھیجا تھا ۔ غالباً یہ آپؐ کا پہلا خط تھا، جو آپؐ نے نجاشی کو تحریر کرایا ۔

(سیرتِ ابن ہشام ۔ ۷۰ / ۲، سیرتِ مطصفے ۲۴۵ / ۱، مکتوباتِ نبوی ۴۹) ۔

قریش کا وفد

جب کفار مکہ نے دیکھا کہ مسلمان حبشہ کی جانب ہجرت کر کے وہاں امن و سکون کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہیں تو انہوں نے باہمی مشورہ سے فیصلہ کیا کہ نجاشی کے پاس ایک وفد بھیجا جائے جو اس سے مسلمانوں کو واپس بھیجنے کا مطالبہ کرے ۔ اس کام کے لئے عمرو بن عاص (جو بعد میں مسلمان ہوئے اور فاتح مصر کہلائے) اور عبداللہ بن ابی ربیعہ منتخب ہوئے اور طے پایا کہ نجاشی کے علاوہ اس کے تمام درباریوں کے لئے بھی تحائف بھیجے جائیں اور پہلے درباریوں سے مل کر ان کی حمایت حاصل کی جائے اور ان کو اس پر راضی کیا جائے کہ وہ نجاشی کے سامنے ان کی حمایت کریں اور یہ بھی کوشش کی جائے کہ بادشاہ کے سامنے مسلمانوں سے گفتگو کی نوبت نہ آئے ۔ چنانچہ وہ حبشہ پہنچے اور انہوں نے تمام درباریوں کو تحائف دینے کے بعد ان سے کہا کہ ہمارے ملک کے چند بے وقوفوں نے اپنا دین چھوڑ دیا ہے اور انہوں نے تمہارا دین بھی اختیار نہیں کیا ۔ ہماری قوم نے ان لوگوں کو واپس لانے کے لئے ہمیں بھیجا ہے ۔ لہذا جب ہم دربار میں اس موضوع پر بات کریں تو تم ہماری تائید کرنا ۔ درباریوں نے نجاشی کے سامنے ان کی تائید کرنے کی حامی بھر لی

نجاشی سے ملاقات

چنانچہ طے شدہ پروگرام کے مطابق پہلے انہوں نے بادشاہ کو تحائف پیش کئے جن میں گھوڑا، دیبا کاجبہ اور چمڑے کی مصنوعات شامل تھیں اور جو بادشاہ کو بہت پسند تھیں۔ اس کے بعد وہ بادشاہ سے کہنے لگے کہ اے بادشاہ ہمارے چند بے وقوف لوگ اپنی قوم کا دین چھوڑ چکے ہیں اور وہ آپ کے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے۔ انہوں نے اپنا ایک نیا دین ایجاد کیا ہے جس سے ہم واقف نہیں۔ یہ لوگ آپ کے پاس قیام پذیر ہیں۔ ہمیں ان کے قبیلے، والدین، رشتہ داروں اور ان کی قوم نے آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ ہم ان کو واپس لے جائیں۔ یہ سن کر نجاشی غصہ ہوا اور کہنے لگا کہ خدا کی قسم جب تک میں انہیں بلا نہ لوں واپس نہ کروں گا اور تم انتظار کرو۔ انہوں نے میرے پڑوس کو پسند کیا اور وہ میرے شہر میں آئے ہیں، اگر معاملہ ایسا ہی ہے جیسا کہ تم بیان کرتے ہو تو انہیں واپس کر دوں گا اور اگر بات کچھ اور ہے تو میں ان کی حفاظت کروں گا اور تمہارے حوالے نہ کروں گا۔ اس دوران اس کے درباریوں نے بھی بادشاہ سے کہا کہ ان کو واپس کر دیا جائے مگر بادشاہ نے صاف انکار کر دیا اور کہا میں ان کی بات سنوں گا اور دیکھوں گا کہ وہ کس دین پر ہیں؟

مسلمانوں کا دربار میں جانا

چنانچہ جب مسلمان آئے تو انہوں نے سلام کیا اور (دستور کے مطابق) بادشاہ کو سجدہ نہ کیا۔ اس پر بادشاہ نے کہا کہ اے لوگو! یہ بتاؤ کہ تم نے مجھے اس طرح سلام کیوں نہیں کیا جس طرح تمہاری قوم نے کیا ہے۔ اور یہ بھی بتاؤ کہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا کہتے ہو اور تمہارا دین کیا ہے۔ کیا تم نصاریٰ میں سے ہو؟ مسلمانوں نے کہا کہ نہیں۔ اس نے کہا کہ کیا پھر تم یہودی ہو؟ مسلمانوں نے جواب دیا نہیں۔ اس نے کہا اچھا کیا تم اپنی قوم کے دین پر ہو؟ مسلمانوں نے پھر نفی میں جواب دیا۔ اس پر بادشاہ نے کہا کہ پھر تمہارا دین کیا ہے۔ مسلمانوں نے جواب دیا کہ ہمارا دین اسلام ہے۔ اس نے پوچھا کہ اسلام کیا ہے؟ مسلمانوں نے کہا کہ ہم اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔ بادشاہ نے پھر پوچھا کہ یہ دین تمہارے پاس کون لایا ہے؟ مسلمانوں نے کہا کہ ہم میں سے ایک شخص لایا ہے، جس کا چہرہ

بھی، ہم پہچانتے ہیں اور نسب بھی۔ اللہ نے انہیں ایسے ہی مبعوث کیا ہے جیسے ہم سے پہلی اقوام کی طرف انبیاء کو مبعوث کیا تھا۔ وہ ہمیں نیکی اور صدقہ کرنے، وعدہ پورا کرنے اور امانت ادا کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ اور بتوں کی پوجا سے روکتے ہیں اور خدائے واحد کی عبادت کا حکم دیتے ہیں، جس کا کوئی شریک نہیں۔ سو، ہم نے ان کی تصدیق کی۔ اللہ کا کلام پہچانا اور جان لیا کہ وہ اللہ کے پاس سے آئے ہیں۔ جب ہم نے یہ کہا تو قوم نے ہماری اور نبی صادق کی دشمنی شروع کر دی۔ ان کو جھٹلایا اور ان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ یہ لوگ ہمیں بتوں کی عبادت کی طرف لوٹانا چاہتے تھے، چنانچہ ہم نے اپنا دین اور خون بچانے کے لئے آپ کی طرف ہجرت کی ہے۔

یہ سن کر بادشاہ نے کہا کہ خدا کی قسم یہ اسی چراغ کی روشنی ہے جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تعلق تھا۔ پھر حضرت جعفرؓ کہنے لگے کہ جہاں تک سلام کا معاملہ ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا ہے کہ جنت والوں کا بھی سلام ہو گا اور آپؐ نے ہمیں اسی کا حکم دیا ہے۔ ہم آپس میں بھی اسی سے ایک دوسرے پر سلامتی بھیجتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کا کلمہ ہیں جن کو حضرت مریمؑ کی طرف القا کیا تھا، روح اللہ ہیں اور مریمؑ کے بیٹے ہیں۔ اس پر بادشاہ نے ایک تنکا اٹھایا اور کہنے لگا خدا کی قسم ابن مریمؑ کی حقیقت جو انہوں نے بیان کی ہے اس تنکے کے برابر بھی اس سے زیادہ نہیں۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ نجاشی نے کہا کہ کچھ آیتیں تلاوت کرو۔ چنانچہ حضرت جعفرؓ نے تلاوت کی جس کو سن کر وہ رو پڑا۔ بعد ازاں اس نے حکم دیا کہ کفار مکہ کے تحائف لوٹا دیئے جائیں اور فیصلہ کر دیا کہ ان لوگوں کو واپس نہیں کیا جائے گا۔ یوں کفار مکہ کا یہ وفد ناکام و نامراد واپس ہوا۔

(سیرت ابن کثیر ۲/۱۷)۔

حضرت جعفرؓ کے سوالات

عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ جب مسلمان نجاشی کے دربار میں پہنچے اور انہیں اس کا علم ہوا کہ قریش نے نجاشی سے مسلمانوں کو واپس کرنے کی درخواست کی ہے تو حضرت جعفرؓ نے نجاشی سے کہا کہ میں ان لوگوں سے کچھ سوال کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ان سے جواب طلب کریں۔ پہلا سوال یہ ہے کہ کیا ہم کسی کے غلام ہیں اور اپنے آقاؤں سے بھاگ کر آئے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو بیشک ہمیں واپس کر دیا جائے۔ نجاشی نے عمرو بن العاص سے مخاطب ہو کر کہا کہ کیا یہ کسی کے غلام ہیں؟ عمرو

بن العاص نے کہا: نہیں، یہ غلام نہیں بلکہ آزاد اور شرفاء ہیں۔ حضرت جعفرؓ نے دوسرا سوال کیا کہ ان سے پوچھا جائے کہ کیا ہم کسی کو قتل کر کے فرار ہوئے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو آپ ہمیں ضرور ان کے حوالے کر دیں۔ نجاشی نے عمرو بن العاص سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ کیا یہ کسی کو ناحق قتل کر کے آئے ہیں؟ عمرو بن العاص نے کہا: نہیں، انہوں نے تو خون کا ایک قطرہ بھی نہیں بہایا۔ حضرت جعفرؓ نے تیسرا سوال پوچھا کہ ہم کسی کا مال لوٹ کر بھاگے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو ہم ادا کرنے کو تیار ہیں۔ یہ سن کر نجاشی نے عمرو بن العاص سے کہا کہ اگر یہ لوگ کسی کا مال لے کر آئے ہیں تو میں اس کا کفیل اور ذمہ دار ہوں اور میں تاوان ادا کروں گا۔ عمرو بن العاص نے کہا: نہیں، یہ تو کسی کا ایک پیسہ بھی لے کر نہیں آئے۔ (سیرتِ مصطفےٰ بحوالہ طبری ۱/۲۵۶)۔

نجاشی کے نام نامہء مبارک

پھر جب محرم ۷۔ ہجری مطابق ۶۲۹ عیسوی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلاطین کے نام خطوط روانہ فرمائے تو حاکم حبشہ نجاشی کے نام بھی ایک نامہء مبارک تحریر کرایا۔ اس وقت بھی نجاشی اصحمہ ہی تھا۔ (مکتوباتِ نبوی ۸۶)۔

یہ وہی خط ہے جو اصل حالت میں دستیاب ہوا ہے اور جس کا عکس شامل کتاب ہے۔ یہ خط عمرو بن امیہ ضمیریؓ لے کر گئے تھے۔ جب یہ خط نجاشی کو ملا تو اس نے اس کو اپنی آنکھوں پر رکھا اور تخت سے اتر کر زمین پر بیٹھ گیا۔ اسلام قبول کیا، حق کی شہادت دی، ہاتھی دانت کا ڈبہ منگوا کر اس میں نامہء مبارک کو رکھا اور کہنے لگا کہ جب تک یہ خط حبشہ میں رہے گا اہل حبشہ بخیریت رہیں گے۔

عمرو بن امیہؓ کا خطاب

ایک روایت میں ہے کہ عمرو بن امیہ ضمیریؓ نے خط نجاشی کے حوالے کرتے ہوئے کہا کہ میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ امید ہے آپ غور سے سنیں گے۔ "ہمیں آپ پر اعتماد و اطمینان ہے۔ ہم نے جب بھی آپ سے بھلائی کی امید کی وہ ہمیں حاصل ہوئی اور آپ کی طرف سے ہمیں کبھی خوف پیش نہیں آیا، ہمیشہ امن ملا۔ اور وہ انجیل جس کا حجت ہونا آپ ہی سے معلوم ہوا ہے وہ ہمارے اور آپ کے درمیان ایسا شاہد ہے جس کی شہادت رد نہیں کی جا سکتی اور وہ ایسا قاضی

ہے جو انصاف سے تجاوز نہیں کرتا۔ اگر آپ نے ہماری دعوت قبول نہ کی تو آپ اس نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایسے ہی ہوں گے جیسے یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے امراء کے پاس بھی سفیر روانہ کئے ہیں، مگر دوسروں کی نسبت آپ سے زیادہ امیدیں وابستہ ہیں۔"

نجاشی کی تصدیق

یہ سن کر نجاشی نے کہا "کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ وہی نبی ہیں جن کا اہل کتاب کو انتظار تھا اور جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے راکب الحمار سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت دی ہے، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے راکب الجمل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی ہے۔ اگرچہ خبر مشاہدہ کی مانند نہیں ہوتی مگر آپ کی نبوت پر میرا یقین اس درجہ ہے کہ مشاہدہ سے بھی اس میں اضافہ نہ ہوگا۔ اور اگر میں جانے کی طاقت رکھتا تو آپ کی خدمت میں ضرور حاضر ہوتا۔" (السیرۃ النبویہ والاثار المحمدیہ ۳/۶۵)۔

نجاشی کا خط

اس کے بعد نجاشی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام خط لکھوایا، جس کا مضمون یہ تھا:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف نجاشی اصحم بن ابجز کی طرف سے۔ اے اللہ کے نبی! آپ پر سلام ہو، اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ میں اس اللہ کی توصیف کرتا ہوں جو ایک ہے، جس نے مجھے اسلام کی ہدایت دی۔ امابعد! اے اللہ کے رسول میرے پاس آپ کا نامہ مبارک پہنچا۔ آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو کچھ لکھا، آسمانوں اور زمین کے پروردگار کی قسم، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے ذرہ برابر بھی زیادہ نہیں ان کی شان وہی ہے جو آپ نے ذکر کی، جس دین کے ساتھ آپ مبعوث ہوئے ہیں اس کو ہم نے پہچان لیا۔ آپ کے چچازاد بھائی اور ان کے رفقاء کی میزبانی کی، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے تصدیق کئے ہوئے رسول ہیں۔ میں نے آپ سے اور آپ کے چچازاد بھائی سے بیعت کی اور ان کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ کے لئے اسلام لایا۔ آپ کی خدمت میں اپنے بیٹے ارہا بن اصحم کو بھیج رہا ہوں

میں صرف اپنی ذات کا مالک ہوں یا رسول اللہ! اگر آپ چاہتے ہیں تو میں حاضر ہو جاؤں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ جو آپ نے فرمایا وہ حق ہے۔ والسلام علیک یا رسول اللہ۔"

مورخین لکھتے ہیں کہ اس نے اپنے بیٹے کے ساتھ ساٹھ آدمی اور بھی روانہ کئے تھے مگر وہ کشتی راستہ ہی میں غرق ہو گئی۔

نجاشی کا انتقال

رجب ۹ ہجری میں نجاشی نے وفات پائی۔ جس روز اس کا انتقال ہوا اسی روز آپؐ نے صحابہ کو اس کے انتقال کی خبر دی اور اس کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کی۔ اس کے بعد دوسرا نجاشی حکمراں ہوا۔ اس کے نام بھی آپؐ نے خط لکھا تھا، مگر اس کا نام معلوم نہیں اور نہ اس کا اسلام لانا ثابت ہے۔ (السیرۃ النبویہ والآثار المحمدیہ ۶۶ / ۳، سیرۃ المصطفٰے ۳۹۲ / ۲)۔

نامہ مبارک کی دستیابی

یہ نامہ مبارک اکتوبر ۱۹۳۸ء میں دمشق میں حبشہ کے ایک پادری سے ملا تھا۔ یہ خط بھی ایک جھلی پر تحریر ہے، جو نو انچ چوڑی اور ساڑھے تیرہ انچ لمبی ہے۔ اس کے حروف گول اور بڑے ہیں، اس لئے ان کا پڑھنا آسان ہے اور ان کے سمجھنے میں کسی قسم کی دشواری نہیں ہوتی۔ اس کی سیاہی گہری خاکی یا براؤن رنگ کی ہے۔ یہ خط مہر سمیت سترہ سطروں پر مشتمل ہے۔ مہر کا قطر ایک انچ ہے۔ (رسول اکرم کی سیاسی زندگی ۱۴۰)۔

نامہ مبارک کا متن

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم • مِن محمدٍ رسول اللّٰہ الی النجّاشی عظیم الحبشہ • سلام علی من اتَّبع الھُدیٰ• اما بعد! فانی احمد الیک اللّٰہ الذی لا الٰہ الا ھو الملِک القُدوس السَّلام المؤمن المُھیمن، واشھد ان عیسیٰ بن مریم روح اللّٰہ و کلمتہ القاھا الیٰ مریم البتول الطیّبہ الحصینہ فحملت بعیسٰی مِن روحہ ونفخہ کما خلق اٰدم بیدہ • وانی ادعوک الی اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ والمَوالاۃ علی طاعتہ وان تتبعِنی وتوقن بالذی جاءنی فانّی رسول اللّٰہ، واِنّی ادعوک وجنودک الی اللّٰہ عزّوجلَّ وقد بلّغتُ ونصحتُ فاقبلوا نصیحتی والسَّلام علیٰ من اتَّبع الھُدیٰ •

نامہ ، مبارک بنام نجاشی ، شاہ حبشہ (عکس)

ترجمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ اللہ کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے حبشہ کے عظیم بادشاہ نجاشی کی طرف ۔ سلام ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے ، اما بعد ! میں اس خدا کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی حقیقی بادشاہ ہے ، وہ تمام عیبوں سے پاک ہے ۔ امن دینے والا اور سب کا نگہبان ہے اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریمؑ اللہ کی روح اور اس کا حکم ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے مریم بتول ، طیبہ ، عفیفہ کی جانب القاء کیا کہ وہ اللہ کے نبی (حضرت) عیسیٰ کی والدہ بنیں ۔ پس اللہ تعالیٰ ہی نے ان کو اپنی روح سے پیدا کیا اور اس کو (حضرت مریمؑ میں) پھونک دیا جیسا کہ اس نے (حضرت) آدم (علیہ السلام) کو اپنے دستِ قدرت سے بنایا ۔ اور میں تجھے اللہ کی طرف اور اس کی اطاعت و فرماں برداری کی محبت کی طرف بلاتا ہوں جو ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ تو میری اتباع کرے اور اس پر یقین کرے جو اللہ کی طرف سے میرے پاس آیا ہے (یعنی قرآن) کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں اور میں تمہیں اور تمہارے لشکر کو اللہ عزوجل کی طرف بلاتا ہوں اور میں نے اللہ کا حکم پہنچا دیا اور تمہیں نصیحت کر دی ۔ پس تم میری نصیحت قبول کرو اور سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے ۔

نامہ ءمبارک بنام کسریٰ

فارس وسط ایشیا کی تاریخی سلطنت ہے بلکہ اس دور میں ایشیا کی سب سے بڑی سلطنت تھی۔ اس کی حدود ایک جانب خلیج فارس، افغانستان اور سندھ تک پھیلی ہوئی تھیں جبکہ دوسری طرف عراق اور عرب کے اکثر علاقے یمن، بحرین اور عمان بھی اس کے زیر نگیں تھے۔ شان و شوکت کے اعتبار سے یہ دنیا کی تمام حکومتوں پر بازی لے گئی تھی۔ یہاں کے لوگ آتش پرست تھے۔ پھر آہستہ آہستہ اس عظیم سلطنت میں بہت سی خرابیاں جڑ پکڑتی چلی گئیں۔ دنیاوی تعیش ہی کو زندگی سمجھ لیا گیا۔ عزت و عظمت کا مدار سرمایہ داری بن گیا۔ داد عیش دینے کے لئے نت نئے طریقے ایجاد کئے جانے لگے۔ امراء سلطنت اور فوجی حکام کی جدو جہد کا محور و مرکز، اسباب تعیش میں ایک دوسرے پر بازی لے جانا اور فخر و مباہات کے نئے و انوکھے انداز اختیار کرنا ٹھہرا۔ غرض ان کی اخلاقی حالت نہایت ابتر تھی۔ طاقتور کا کمزور پر ظلم کرنا اور زبردست کا زیردست کو ہر طرح سے دبا دینا معمول بن چکا تھا۔ ازدواجی اغراض کے لئے حقیقی بیٹیوں تک کو محرمات میں شامل نہیں کیا جاتا تھا بلکہ ماں، بہن یا بیٹی سے نکاح کو ثواب سمجھا جاتا تھا۔

خود خسرو پرویز نے فخر و مباہات کے اظہار کے لئے دریائے دجلہ کے پار مدائن سے ۶۰ میل دور دست گرد کے مقام پر ایک شاندار محل تعمیر کرایا تھا جہاں تمام مفتوحہ ممالک کے خزانے جمع کر دئے گئے تھے۔ مورخین لکھتے ہیں کہ یہ محل اس قدر وسیع و عریض تھا کہ اس کی چھتوں کو سہارا دینے کے لئے چار ہزار ستون بنائے گئے تھے۔ اس میں ایک ہزار سنہرے فانوس آویزاں تھے۔ محل کے بیرونی حصہ میں میلوں تک باغات پھیلے ہوئے تھے۔ سونا، چاندی اور زیورات کے لئے ایک سو تہ خانے مخصوص تھے۔

خط روانہ کرنے کی تاریخ

ایران کے بادشاہ کا نام خسرو پرویز بن ہرمز بن نوشیروان تھا اور کسریٰ ایران کے ہر

بادشاہ کا لقب ہوتا تھا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پرویز کو نامہ ءمبارک بھیجا تو اس وقت وہ اپنی بادشاہت کی ۳۹ بہاریں دیکھ چکا تھا ۔ اس کی بادشاہت کی ابتداء آپؐ کے ہجرت فرمانے سے ۳۲ سال قبل ہوئی تھی ۔ اس نامہ ءمبارک کو کسریٰ کی جانب بھیجنے کی صحیح تاریخ کہیں نہیں ملتی ۔ صرف یہ معلوم ہو سکا ہے کہ یہ سات ہجری میں ارسال کیا گیا ۔ البتہ مکتوباتِ نبوی میں ذکر ہے کہ حضرت عبداللہ بن حذافہ ۶۲۸ھ میں فارس پہنچے تھے ۔ اس وقت کسریٰ نینویٰ میں مقیم تھا ۔ (مکتوباتِ نبوی صفحہ ۱۱۹، رسول اکرم کی سیاسی زندگی ۲۱۳) ۔

تقریباً تمام مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ خط کسریٰ کے پاس حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمیؓ لے کر گئے تھے کیونکہ وہ اکثر ایران آتے جاتے رہتے تھے جبکہ علامہ برہان الدین حلبی نے اس بارے میں ایک قول یہ نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہؓ بن حذافہ کے بھائی خنیس یہ خط لے کر گئے تھے ۔ بعض اقوال ان کے بھائی خارجہؓ، شجاعؓ بن وہب اور حضرت عمرؓ بن خطاب کے متعلق بھی ہیں (سیرتِ حلبیہ ۴۲۶ جلد ۳) ۔

ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں کہ یہ بات تو طے ہے کہ یہ خط حضرت عبداللہؓ بن حذافہ ہی بحرین کے حاکم کے پاس لے کر گئے تھے ۔ مگر یہ بات صحیح طور پر معلوم نہیں کہ آیا حضرت عبداللہؓ بن حذافہ ہی بحرین سے مدائن گئے تھے یا حاکم بحرین نے کسی اور آدمی کے ذریعہ اسے کسریٰ کے پاس روانہ کیا تھا ۔

حضرت عبداللہؓ بن حذافہ جب خط لے کر ایران پہنچے تو خسرو پرویز نینویٰ میں مقیم تھا اور روم کے قیصر سے جنگ کی تیاری کر رہا تھا ۔ نینویٰ کی لڑائی میں پرویز کو قیصر کے ہاتھوں شکست اٹھانی پڑی ۔ اس شکست کی تاریخ ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں یوم الحدیبیہ لکھی ہے ، یعنی ٹھیک اس روز جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقام حدیبیہ میں عمرہ کی غرض سے مقیم تھے ، جبکہ عام مؤرخین شعبان ۶ ہجری بتاتے ہیں ۔ (رسول اکرم کی سیاسی زندگی ۲۱۷ ۔ ۲۲۰) ۔

کسریٰ کو خط کا ملنا

حضرت عبداللہؓ بن حذافہ کہتے ہیں کہ میں خط لے کر کسریٰ کے دربار میں پہنچا ، اجازت لے کر اس کے پاس گیا اور اس کو آپ کا نامہ ءمبارک دے دیا ۔ اس نے پڑھا اور پڑھتے ہی پھاڑ

دیا۔ ایک اور روایت میں تفصیل اس طرح ہے کہ جب کسریٰ کو علم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط (مبارک) آیا ہے تو اس نے خط کے حامل کو طلب کیا۔ جب حضرت عبداللہؓ بن حذافہ خط لے کر پہنچے تو اس نے حکم دیا کہ خط ان سے لے لیا جائے۔ حضرت عبداللہؓ بن حذافہ نے کہا کہ میں خود یہ خط اس کے حوالے کروں گا کیونکہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی حکم دیا ہے۔ اس پر کسریٰ نے کہا کہ میرے قریب آؤ۔ چنانچہ انہوں نے قریب جاکر خط اس کے حوالے کر دیا۔ پھر کسریٰ نے ترجمان کو طلب کیا۔ اس نے خط پڑھا تو اس کی ابتداء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک سے تھی۔ یہ سن کر کسریٰ غضبناک ہو گیا اور یہ دیکھنے سے قبل ہی کہ اس میں کیا لکھا ہے، اس نے چیختے ہوئے خط کو پھاڑ دیا اور حامل خط کو دربار سے نکال دینے کا حکم دیا۔ حضرت عبداللہؓ بن حذافہ نے جب یہ منظر دیکھا تو اپنی سواری پر بیٹھ کر روانہ ہو گئے۔ کسریٰ کا غصہ جب کم ہوا تو اس نے حامل خط کو دوبارہ طلب کیا لیکن وہ وہاں سے روانہ ہو چکے تھے۔

(سیرتِ حلبیہ ۴۶ / ۳، السیرۃ النبویہ ۶۳ / ۳)۔

حضرت عبداللہؓ کی تقریر

علامہ سہیلیؒ لکھتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہؓ بن حذافہ کسریٰ کے دربار میں پہنچے تو انہوں نے کسریٰ اور اہل دربار کو مخاطب کر کے کہا کہ "اے اہل فارس! تم عرصہ دراز سے ایسی زندگی گزار رہے ہو کہ نہ تو تمہارے پاس کوئی نبی ہے، نہ کتاب ہے اور تم جس سلطنت کے مالک ہو وہ بہت مختصر ہے۔ تم سے پہلے بھی بادشاہ گزرے ہیں۔ دنیادار بھی، آخرت والے بھی، جنہوں نے آخرت کو مقصد سمجھا وہ دنیا میں سے بھی اپنا حصہ لے گئے اور جنہوں نے دنیا کو اپنا مطلوب جانا وہ آخرت سے محروم رہے۔ پس تم دنیا کے معاملے میں بیشک اختلاف کرو مگر آخرت کے معاملے کو درست رکھو۔ میں جو پیغام تمہارے پاس لایا ہوں اس کو تم نے حقیر جانا، حالانکہ جہاں سے یہ پیغام آیا ہے اس کا خوف تمہارے دلوں میں موجود ہے۔ مگر تم اس کو حقیر سمجھ کر اس سے اپنا دفاع نہیں کر سکتے، اور نہ تم اس کی تکذیب کر کے اس سے خلاصی پا سکتے ہو۔" یہ تمام باتیں سن کر کسریٰ نے خط کو لیا اور پھاڑ ڈالا۔ (روض الانف ۶۷ / ۴)۔

کسریٰ کے زوال کی خبر

حضرت عبد اللہؓ بن حذافہ کسریٰ کے پاس سے روانہ ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور تمام واقعہ عرض کیا، جسے سن کر آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ کسریٰ کی سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے بد دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اس کی سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے فرما دے۔ دوسری طرف کسریٰ نے یمن کے گورنر کو جس کا نام باذان تھا لکھا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ قریش میں سے ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ تم اس کے پاس جاؤ اور اس کے کہو کہ معافی مانگے۔ اگر وہ تائب ہو جاتا ہے تو ٹھیک ورنہ میرے پاس (نعوذ باللہ) اس کا سر (قلم کر کے) بھیج دو۔ اس نے میرے پاس ایسا خط لکھا ہے جس کی ابتداء اس نے اپنے نام سے کی ہے۔ حالانکہ وہ میرا بندہ ہے۔ باذان نے اپنے دو آدمی ایک خط لے کر آپ کی خدمت میں بھیجے (تاریخ میں ان کے نام بانویہ اور خرخسرہ آئے ہیں) جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم تھا کہ آپؐ ان آدمیوں کے ساتھ کسریٰ کے پاس چلے جائیں۔ وہ دونوں آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ پہنچے اور کہنے لگے کہ شہنشاہ کسریٰ نے یمن کے گورنر باذان کو حکم دیا ہے کہ آپ کو اس کے پاس بھیجا جائے۔ ہم اسی غرض سے آئے ہیں۔ اگر آپ انکار کریں گے تو آپ بھی ہلاک ہوں گے، آپ کی قوم بھی، اور آپ کے مکان بھی تباہ ہو جائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ کل آنا۔ اسی دوران آپ کو بذریعہ وحی علم ہوا کہ کسریٰ کی جگہ اس کا بیٹا اس کو قتل کر کے متمکن ہو گیا ہے۔ اس کا نام شیرویہ تھا۔ یہ سہ شنبہ دس جمادی الاول سن ۷۔ ہجری کا واقعہ تھا۔ جب اگلے روز وہ دونوں دوبارہ آپؐ کے پاس آئے تو آپؐ نے ان کو اس واقعہ کی خبر دی اور باذان کو خط لکھا کہ اللہ کا مجھ سے وعدہ ہے کہ کسریٰ فلاں ماہ میں فلاں روز قتل ہو گا۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باذان کے قاصد سے کہا کہ اپنے گورنر سے کہہ دو کہ میرے رب نے فلاں شب تمہارے رب کو قتل کر دیا ہے۔

(سیرتِ حلبیہ ۲۴۷ / ۳، السیرتِ النبویہ ۶۴ / ۳)۔

طبریؒ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسریٰ کے قتل کی اطلاع یوم حدیبیہ کو ملی تھی جبکہ عام مؤرخین ربیع الثانی یا جمادی الاولیٰ لکھتے ہیں۔

(رسول اکرم کی سیاسی زندگی ۲۲۰)۔

جب بانو یہ اور خرخسرہ نے واپس جا کر تمام حالات بیان کئے تو باذان کہنے لگا کہ یہ بادشاہوں جیسی بات نہیں ۔ اگر یہ خبر صحیح ہے تو بلاشبہ وہ نبی ہیں ۔ چنانچہ جب اس خبر کی تصدیق ہوئی تو باذان اپنے خاندان اور دوست و احباب سمیت مسلمان ہو گیا اور آپ کو اپنے اسلام سے مطلع کیا ۔ (ہادیء اعظمؐ صفحہ ۱۵۷) ۔

نامہ ء مبارک کی دستیابی

یہ نامہ ء مبارک مئی ۱۹۶۳ء میں بیروت میں دستیاب ہوا تھا ۔ اور ڈاکٹر صلاح الدین المنجد نے ، جو عربی مخطوطات کے مستند محقق ہیں ، اس مکتوب کا عکس بیروت کے روزنامہ "الحیات" کے ۲۲ ۔ مئی ۱۹۶۳ء کے شمارے میں شائع کرایا تھا ۔ بعد میں یہ مکتوبِ مبارک بیروت کے سابق وزیر خارجہ ہنری فرعون نے دمشق میں ڈیڑھ سو اشرفی کے عوض خرید لیا تھا ۔ یہ ایک جھلی پر تحریر ہے ، جو دستیابی کے وقت سبز رنگ کے کپڑے پر چسپاں تھی ۔ کپڑے کا رنگ تبدیل ہو چکا تھا اور کپڑے کی حالت بھی خستہ تھی ۔ بعد میں اس جھلی کو کپڑے سے علیحدہ کر کے شیشے کے فریم میں بند کر دیا گیا تھا ۔ جھلی پرانی اور نرم ہے ۔ اس کا رنگ گہرا خاکی ہے اور کنارے کالے پڑ چکے ہیں ۔ اٹھائیس سینٹی میٹر لمبی اور ساڑھے اکیس سینٹی میٹر چوڑی ہے ۔ چوڑائی یکساں نہیں ، اوپر سے زیادہ اور نیچے سے کم ہے ۔ خط کی عبارت ۱۵ سطروں پر مشتمل ہے ۔ عبارت کے نیچے گول مہر ہے جھلی کا نچلا حصہ پانی سے متاثر ہے جس کے باعث بعض جگہ حروف یا الفاظ مٹ چکے ہیں یا مدھم ہو گئے ہیں ۔ خط کے درمیان میں کسریٰ کے پھاڑنے کا نشان نمایاں ہے جس کو بعد میں سی دیا گیا تھا ، جیسا کہ عکس سے واضح ہے ۔ (رسول اکرم کی سیاسی زندگی ۲۳۳) ۔

نامہ مبارک کا متن

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم • مِن محمدٍ رسولِ اللّٰہ
الٰی کِسرٰی عظیم فارس • سلام علٰی من اتَّبع الھُدٰی•
وآمن باللّٰہ ورسولہٖ، واشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ
لاشریك لہ وانَّ محمداً عبدہ ورسولہ • وادعوك بدِعایة
اللّٰہ فانّی انا رسول اللّٰہ الی النَّاس کافة، لاُ نذر مَن کان
حیًّا ویحقَّ القولُ علی الکٰفرین • اسلِم تَسلَم، فان ابیت
فان اثم المجوس علیك •



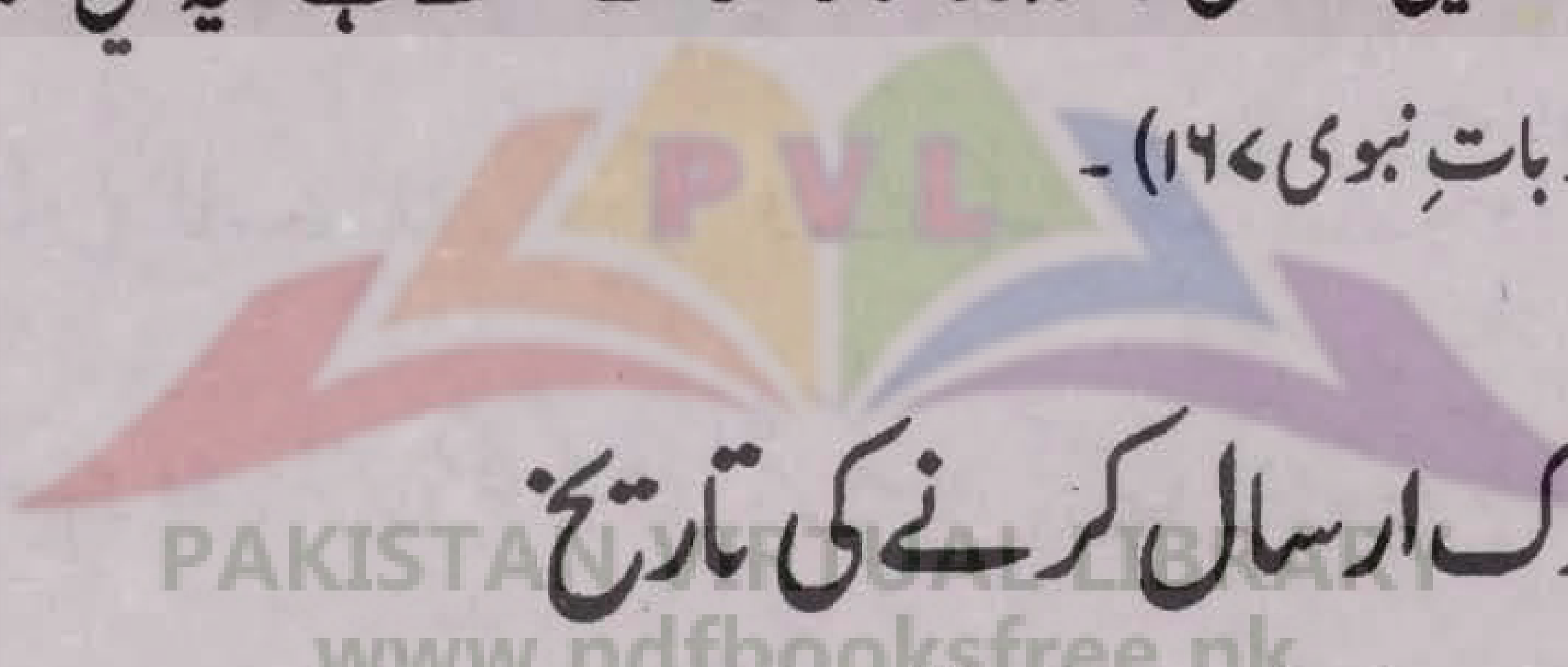
نامہ، مبارک بنام کسریٰ، شاہ فارس (عکس)

ترجمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم - محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے فارس کے عظیم کسریٰ کی جانب۔ سلام ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ، وہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں - میں تجھے اللہ کے دین کی طرف بلاتا ہوں کیونکہ میں تمام لوگوں کی طرف اللہ کا رسول ہوں تاکہ ہر زندہ انسان کو (آخرت کے بارے میں) خبردار کروں اور کافروں پر اللہ کی حجت قائم ہو جائے - تو اسلام قبول کر ، سلامت رہے گا - اگر تو نے انکار کیا تو تمام مجوسیوں (کے اسلام قبول نہ کرنے) کا گناہ تجھ پر ہو گا -

نامہ ، مبارک بنام عبد و جیفر

بحرین کی طرح عمان بھی عرب ہی کا حصہ ہے ۔ یہ عرب کی مشرقی جانب واقع ہے ۔ بحرین کی طرح یہ علاقہ بھی موتیوں کی پیداوار کے لئے مشہور ہے ۔ عمان کے ساحلی مقامات نہایت سرسبز و شاداب ہیں ۔ اس کے پہاڑ معدنیات کی دولت سے مالامال ہیں ۔ اس کے دریا موتیوں کی وجہ سے شہرت رکھتے ہیں اور اس کی وادیاں غلہ ، انواع و اقسام کے فواکہ اور خوشبودار لکڑیوں کی پیداوار کی وجہ سے مشہور ہیں ۔ عمان کا موجودہ دارالحکومت مسقط ہے ۔ یہ خلیج عمان کے مغربی ساحل پر واقع ہے ۔ (مکتوباتِ نبوی ۱۶۷) ۔



نامہ ، مبارک ارسال کرنے کی تاریخ

عمان ، عین کے ضمہ اور میم مخففہ کے ساتھ ہے ۔ اس کا نام عمان بن سبا کے نام پر رکھا گیا ہے ۔ یہاں دو بھائی حکمران تھے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمان کے حکمرانوں کی طرف نامہ ، مبارک ذی العقدہ آٹھ ہجری میں تحریر کرایا تھا ، جو حضرت عمروؓ بن العاص لے کر گئے تھے ۔ ان دونوں بھائیوں کے نام بالترتیب جیفر اور عبد تھے ۔ یہ جلندی کے بیٹے تھے ۔ اس نامہ ، مبارک کو حضرت ابی بن کعبؓ نے تحریر کیا تھا ۔

عمروؓ بن العاص کی عبد سے ملاقات

حضرت عمروؓ بن العاص کہتے ہیں کہ جب عمان پہنچا تو سب سے پہلے عبد سے ملاقات ہوئی ۔ وہ نہایت حلیم اور نرم خو شخص تھا ۔ میں نے اس سے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے اور تمہارے بھائی کی طرف اپنا خط دے کر بھیجا ہے اور ایمان کی دعوت دی ہے ۔ اس پر عبد نے کہا کہ عمر اور بادشاہت دونوں اعتبار سے میرا بھائی جیفر مجھ سے مقدم ہے ۔ میں تمہیں اس

سے ملوادوں گا تاکہ وہ تمہارا خط خود پڑھ لے۔ پھر کہنے لگا کہ تم کس چیز کی دعوت دیتے ہو۔ حضرت عمروؓ بن العاص کہتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا کہ میں تمہیں ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دیتا ہوں اور یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ بت پرستی چھوڑ دو اور یہ گواہی دو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس نے کہا کہ اے عمرو تمہارے والد اپنی قوم کے سردار ہیں، تم بتاؤ کہ انہوں نے کیا کیا؟ ہم اس سے رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔ میں نے کہا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے، حالانکہ میری خواہش تھی کہ وہ اسلام لاتے اور آپؐ کی تصدیق کرتے۔ خود میری بھی ایک عرصہ تک وہی رائے رہی جو ان کی تھی، حتیٰ کہ اللہ نے مجھے اسلام کی ہدایت دی۔

پھر اس نے مجھ سے سوال کیا کہ تم کہاں مسلمان ہوئے؟ میں نے کہا کہ نجاشی کے ہاتھ پر اور میں نے اس کو یہ بھی بتایا کہ نجاشی بھی مسلمان ہو چکا ہے۔ وہ کہنے لگا کہ اس کی قوم نے اس کی بادشاہت کے ساتھ کیا کیا؟ میں نے کہا کہ اس کی قوم نے اس کی بادشاہت کو برقرار رکھا اور اس کی پیروی کی۔ پھر عبد نے کہا کہ اس کے راہبوں اور پادریوں نے کیا کیا؟ میں نے کہا کہ انہوں نے اس کی اتباع کی۔ عبد نے یہ سب کچھ محال سمجھا اور کہنے لگا کہ دیکھو عمرو سوچ لو کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ کیونکہ انسان کو جھوٹ سے زیادہ رسوا کرنے والی کوئی خصلت نہیں۔ میں نے کہا کہ نہ تو میں نے جھوٹ بولا اور نہ یہ ہمارے مذہب میں جائز ہے۔ پھر عبد کہنے لگا کہ کیا ہرقل کو اس کی اطلاع ہو گئی ہے؟ میں نے کہا کہ ہاں۔ اس نے کہا تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ میں نے کہا نجاشی ہرقل کو خراج ادا کرتا تھا۔ جب وہ مسلمان ہو گیا اور اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی تو کہنے لگا کہ اب اگر وہ مجھ سے ایک درہم بھی طلب کرے گا تو وہ بھی نہیں دوں گا۔ جب ہرقل کو اس کی اطلاع ملی تو اس کے بھائی نے اس کو کہا کہ کیا تم اپنے غلام (نجاشی) کو ایسے ہی چھوڑ دو گے کہ وہ تمہیں خراج بھی ادا نہ کرے اور نیا دین بھی اختیار کر لے۔ اس پر ہرقل نے کہا کہ ہر شخص کو اختیار ہے کہ وہ جس دین کو پسند کرے اس کو اختیار کر لے اور اگر مجھے اپنی سلطنت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں بھی یہ دین اختیار کر لیتا۔ عبد نے پھر کہا کہ دیکھ لو عمرو کیا کہہ رہے ہو۔ میں نے کہا خدا کی قسم میں تمہیں جھوٹ نہیں کہہ رہا۔

پھر عبد نے کہا: اچھا یہ بتاؤ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کس چیز کا حکم دیتے ہیں اور کن چیزوں سے روکتے ہیں؟ میں نے کہا وہ اللہ عزوجل کی اطاعت کا حکم دیتے ہیں اور اس کی معصیت

سے روکتے ہیں، وہ نیکی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے اور ظلم و زیادتی، زنا، شراب پینے، بتوں، پتھروں اور صلیب کو پوجنے سے منع کرتے ہیں۔ یہ سن کر عبد کہنے لگا: کیا خوب ہے وہ دین جس کی طرف وہ دعوت دیتے ہیں۔ اگر میرا بھائی میری بات مان لے تو ہم اکٹھے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اور ان کی تصدیق کریں۔ لیکن میرا بھائی شاید اپنی بادشاہت پر حرص کرے کہ کہیں اس کو وہ چھوڑنی نہ پڑ جائے۔ اور وہ بالکل ایک طرف ہو کر نہ رہ جائے اور دوسروں کے تابع نہ بن جائے جبکہ اس سے قبل لوگ اس کے تابع تھے۔

میں نے کہا کہ اگر وہ مسلمان ہو جاتا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بادشاہت پر قائم رکھیں گے اور وہ حکم دیں گے کہ وہ اپنی قوم کے مالداروں سے صدقات لے کر اپنی ہی قوم کے فقراء و مساکین پر تقسیم کرے۔ یہ سن کر عبد کہنے لگا کہ یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ یہ صدقات کیسے لئے جاتے ہیں؟ میں نے اس کو تفصیل سے بتایا کہ مال و دولت میں اس حساب سے صدقات لئے جاتے ہیں اور اونٹ وغیرہ جانوروں میں اس حساب سے۔

جیفر سے ملاقات

عمرو بن العاص کہتے ہیں کہ میں چند ایام وہاں قیام پذیر رہا اور عبد اپنے بھائی کو روزانہ میرے بارے میں آگاہ کرتا رہا۔ پھر ایک روز عبد نے مجھے بلایا تاکہ میں اس کے ساتھ اس کے بھائی سے ملاقات کروں۔ چنانچہ میں اس کے دربار میں پہنچا۔ میں نے بیٹھنا چاہا تو اس کے درباریوں نے بیٹھنے نہ دیا کیونکہ عجم کے بادشاہوں کی عادت تھی کہ وہ قاصد کو بیٹھنے نہ دیتے تھے، اگرچہ وہ قاصد بادشاہ ہی کیوں نہ ہو۔ اس پر میں نے اس کی طرف دیکھا تو وہ کہنے لگا کہ اپنے آنے کا مقصد بیان کرو۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مہر شدہ خط اس کو دیا۔ اس نے مہر توڑ کر خط کو پڑھا۔ جب پورا خط پڑھ لیا تو اس نے اس کو اپنے بھائی عبد کے آگے بڑھا دیا۔ اس نے بھی اپنے بھائی کی طرح اس کو پڑھا، لیکن میں نے محسوس کیا کہ وہ زیادہ توجہ سے پڑھ رہا ہے۔ خط پڑھنے کے بعد جیفر نے کہا کہ مجھے قریش کے بارے میں بتاؤ کہ اس پر ان کا ردعمل کیا رہا؟ میں نے کہا ان میں سے اکثر نے اتباع کی، کچھ نے دین میں رغبت کی وجہ سے اور بعض نے لڑائیوں میں مغلوب ہو کر۔ پھر اس نے کہا کہ جو لوگ قریش کے ساتھ تھے ان کا کیا رہا؟ میں نے کہا کہ ان لوگوں نے بھی اسلام کے بارے میں رغبت کا اظہار کیا اور دوسرے مذاہب پر اس کو ترجیح دی اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی

وجہ سے انہوں نے اپنی ذہانت سے جان لیا کہ وہ گمراہی پر تھے۔ اور ہمیں نہیں معلوم کہ تمہارے علاوہ اس زمین پر کوئی باقی رہ گیا ہو جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع نہ کی ہو۔ اگر تم نے اسلام قبول نہ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع نہ کی تو تمہاری زمین کو آپؐ کے شاہسوار روند ڈالیں گے اور تمہارے سبزے کا صفایا کر دیں گے۔ اس لئے تم اسلام قبول کر کے مامون ہو جاؤ۔ اس صورت میں وہ تمہاری بادشاہت برقرار رکھیں گے اور ان کا کوئی شاہسوار یا پیدل دستہ تمہارے ملک میں داخل نہ ہو گا۔ اس میں سعادت دارین کے ساتھ ساتھ جنگ و حرب سے امان بھی ہے۔

یہ تقریر سن کر جیفر کہنے لگا کہ آج سوچنے کی مہلت دو، کل آنا۔ عمروؓ کہتے ہیں کہ میں لوٹ کر اس کے بھائی عبد کے پاس گیا۔ اس نے کہا اے عمرو، مجھے تو اپنے بھائی کے اسلام لانے کی امید ہو گئی ہے، اگر اس کو بادشاہت کے لالچ نے اس سے نہ روکا۔ جب اگلے روز میں دوبارہ اس کے پاس گیا تو مجھے دربار میں جانے کی اجازت نہ ملی۔ پس میں لوٹ کر پھر اس کے بھائی کے پاس گیا اور اس کو بتایا کہ مجھے اندر نہیں جانے دیا گیا۔ پھر وہ مجھے لے کر اندر گیا۔ ہمیں دیکھ کر جیفر کہنے لگا کہ میں نے خوب غور کیا ہے۔ اگر میں وہ سب جو میرے ہاتھ میں ہے ان کو دے دوں تو میں عرب کا سب سے کمزور حاکم ہوں گا اور جگہ دور ہونے کی وجہ سے ان کی فوج اول تو یہاں آئے گی نہیں، اگر آ گئی تو ہمیں لڑنا پڑے گا، مگر یہ لڑائی دوسری لڑائیوں کی طرح نہ ہو گی۔ میں نے یہ جواب سن کر کہا کہ ٹھیک ہے۔ پھر میں کل واپس جا رہا ہوں۔ جب انہیں میرے واپس جانے کا یقین ہو گیا تو اس کے بھائی نے جیفر سے تنہائی میں گفتگو کی اور اس کو کہا کہ سوائے تمہارے انہوں نے جس کے پاس بھی قاصد بھیجا اس نے دعوت قبول کی۔ جب صبح ہوئی تو اس نے پھر مجھے بلوایا اور دونوں بھائی مسلمان ہو گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی۔ بعد میں صدقہ وصول کرنے اور آپس کے تنازع حل کرنے کے لئے مجھے فیصلہ کرنے کا اختیار دے دیا۔ پھر جب بھی کوئی میری مخالفت کرتا تو وہ دونوں میری اعانت کرتے اور ان کی رعایا میں سے بھی بہت بڑی جماعت مسلمان ہو گئی اور جو لوگ مسلمان نہ ہوئے ان پر جزیہ نافذ کر دیا گیا۔ اس کے بعد حضرت عمروؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک عمان ہی میں قیام کیا۔

(السیرۃ النبویہ والاثار المحمدیہ ۷۳،۷۶ / ۳ -، سیرتِ حلبیہ ۲۵۲-۲۵۴ / ۳)

عمرو بن العاصؓ کی تقریر

علامہ سہیلیؒ لکھتے ہیں کہ جب عمرو بن العاصؓ دربار جلندی میں پہنچے تو انہوں نے اس کو مخاطب کر کے کہا: اے جلندی تو اگرچہ ہم سے دور ہے لیکن تو اللہ تعالیٰ سے دور نہیں۔ جس ذات نے تجھے تنہا پیدا کیا وہی اس کی زیادہ مستحق ہے کہ تو تنہا اسی کی عبادت کرے اور اس ذات کو اللہ کے ساتھ شریک نہ کرے جو تجھے پیدا کرنے میں اس کی شریک نہیں۔ اور تو جان لے کہ جس نے تجھے زندگی عطا کی ہے، وہی تجھے موت دے گا۔ جس نے تجھے پہلے پیدا کیا وہی تجھے لوٹائے گا۔ اس لئے تم اس نبی امی کے بارے میں غور کرو جو دنیا و آخرت دونوں کی بھلائی لایا ہے۔ ہاں اگر وہ تم سے کسی اجر و معاوضہ کا مطالبہ کریں تو تم روک لو یا اگر بات میں خواہشات کا شائبہ نظر آئے تو انہیں چھوڑ دو۔ تم پھر اس دین کے بارے میں غور کرو جو وہ لے کر آئے ہیں۔ کیا وہ لوگوں کے بنائے ہوئے دین کے مشابہ ہے؟ اگر وہ مشابہ ہے تو باخبر لوگوں سے پوچھو کہ کس کے مشابہ ہے؟ اور اگر وہ لوگوں کے ساختہ دین کے مشابہ نہیں تو جو وہ کہتے ہیں وہ قبول کرو اور جس سے وہ ڈراتے ہیں اس سے ڈرو۔"

بادشاہ کی تصدیق

یہ سن کر بادشاہ کہنے لگا۔ میں نے ان امی نبی کے بارے میں غور کیا ہے۔ یہ جس کا حکم دیتے ہیں اس پر پہلے خود عمل کر کے دکھاتے ہیں اور جس چیز سے روکتے ہیں اس کو پہلے خود ترک کرتے ہیں اور وہ جب دشمنوں پر غلبہ حاصل کرتے ہیں تو تکبر نہیں کرتے اور جب مغلوب ہو جاتے ہیں تو گھبراتے نہیں۔ عہد کو پورا کرتے ہیں، وعدے وفا کرتے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ بلاشبہ نبی ہیں۔ (روض الانف ۴/۲۵۰)۔

نامہ مبارک کا عکس

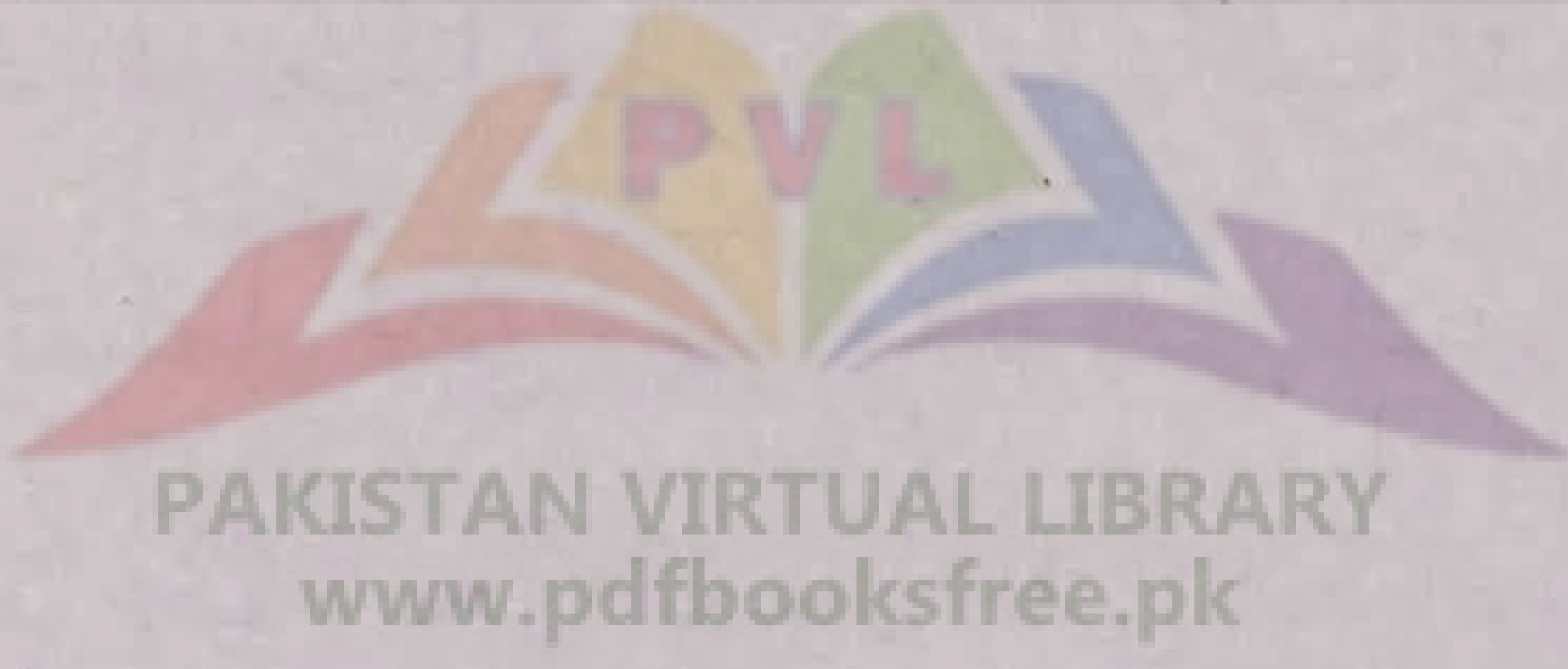
اس خط مبارک کا عکس الوثائق السیاسیہ کے پانچویں ایڈیشن میں شائع ہوا ہے۔ محترم ڈاکٹر حمید اللہ کو پیرس میں ۱۹۸۰ء مطابق ۱۴۰۰ھ میں تیونس کے ایک روزنامہ کا تراشا ملا تھا، جس میں جیفر و عبد کے نام لکھے جانے والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نامہ مبارک کا اصل فوٹو موجود تھا۔ لیکن اس روزنامے کا نام اور اس کی تاریخ اشاعت معلوم نہ ہو سکی۔

اس تراشے میں تحریر تھا کہ "آثار قدیمہ کے ماہرین اس خط کے اصل نسخے پر مطلع ہوئے

ہیں ۔ یہ بات عمان کے موجودہ اور ایران میں بعض عرب ممالک کے سابق سفیر استاذ اسماعیل رصاصی سے ملاقات کے دوران معلوم ہوئی ۔ یہ اصل نامہ ، مبارک حوزہ ، ہاوی میں ایک لبنانی شخص کو ملا تھا ۔ لیکن اس شخص نے اصل نامہ ، مبارک استاذ اسماعیل کے حوالہ کرنے سے انکار کیا البتہ اس نے اس نامہ ، مبارک کی فوٹو کاپی کرانے کی اجازت دے دی تھی ۔ یہ تفصیل تحریر کرنے کے بعد ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں کہ "استاذ اسماعیل نے پیرس میں ، ہم سے وعدہ کیا ہے کہ وہ اس سلسلے میں مزید تحقیق جاری رکھیں گے ۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے ۔

(الوثائق السیاسیہ ۱۶۱) ۔

یہ عکس ٹریس کیا ہوا معلوم ہوتا ہے ۔ اگر یہ واقعی ٹریس کیا گیا ہے تو یہ انتہائی صحت و صفائی اور مہارت کا مظہر ہے ۔ اس کے الفاظ کی بناوٹ ، انداز اور طرز تحریر دوسرے دستیاب شدہ مکاتیب سے کافی حد تک مشابہ ہے ۔



نامہ مبارک کا متن

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم • مِن محمدٍ رسولِ اللّٰہ، الٰی جیَفر وعبدٍ ابنی الجُلَندی: السلام علی من اتَّبع الھُدٰی، اما بعد! فانّی ادعو کما بدِعایۃ الاسلام • اسلِما تَسلَما، فانّی رسول اللّٰہ الی النّاس کافۃً، لاُنذر من کان حیًّا ویحقَّ القولُ علی الکافرین • وانکما ان اقررتما بالاسلام ولّیتکما، وان ابیتما ان تقرّا بالاسلام، فانَّ مُلککما زائل، وخَیلی تَحلّ بساحتکما، وتَظھر نُبوّتی علٰی ملککما •

بسم الله الرحمن الرحیم
من محمد رسول الله
الی جیفر و عبد ابنی الجلند
ی سلام علی من اتبع الهدی
اما بعد فانی ادعوکما بد
عایة الاسلام اسلما تسلما ا
نی رسول الله الی الناس
کافة لانذر من کان حیا
و یحق القول علی الکافرین
فانکما ان اقررتما بالا
سلام ولیتکما وان ابیتما
وان ملککما زائل و خیلی
تحل بساحتکما و تظهر نبو
تی علی ملککما

محمد رسول الله

نامہ مبارک بنام عبد و جیفر، پسران جلندی (عکس)

ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ محمد اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے جلندی کے بیٹوں جیفر و عبد کے نام ۔ سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی اتباع کی ۔ اما بعد ! میں آپ دونوں کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں ۔ پس آپ دونوں اسلام قبول کر لیں، اسی میں سلامتی ہے ۔ پس اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام مخلوق کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے، تاکہ میں ہر زندہ انسان کو (آخرت کے بارے) میں خبردار کر دوں اور منکرین خدا پر حجت پوری ہو جائے ۔ اگر آپ دونوں نے اسلام کا اقرار کر لیا تو تمہارا ملک بدستور تمہارے ہی پاس رہے گا اور اگر تم نے اسلام سے انکار و اعراض کیا تو بلاشبہ تمہارا ملک ختم ہو جائے گا اور میرے سوار تمہارے گھر تک پہنچیں گے اور میری نبوت تمہارے ملک (کے تمام ادیان) پر غالب آجائے گی ۔

ماخذ و مصادر

- تفسیر عثمانی: مولانا شبیر احمد عثمانی ۔ دار الاشاعت کراچی ۔
- صحیح البخاری کامل: محمد بن اسماعیل بن ابراہیم البخاری ۔ مطبوعہ مصر ۔
- السیرة النبویہ: للامام ابی محمد عبد الملک بن ہشام ۔ دار المعرفہ، بیروت، لبنان ۔
- الروض الانف: للعلامہ ابی القاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ الخشعمی السہیلی ۔ دار المعرفہ، بیروت، لبنان ۔
- السیرة الحلبیہ: علامہ علی بن برہان الدین الحلبی ۔ دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان ۔
- السیرة النبویہ والآثار المحمدیہ: السید احمد زینی ۔ دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان ۔
- السیرة النبویہ: للامام ابی الفداء اسماعیل ابن کثیر ۔ دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان ۔
- مجموعہ الوثائق السیاسیہ: ڈاکٹر حمید اللہ ۔ طبعہ ثالثہ، دار الارشاد، بیروت، و طبعہ خامسہ، دار النفائس، بیروت، لبنان ۔
- خصائص کبریٰ (اردو): علامہ عبد الرحمن جلال الدین سیوطی ۔ مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی ۔
- محمد رسول اللہ (اردو): شیخ محمد رضا ۔ مدیر جامعہ فواد قاہرہ، ترجمہ مولوی محمد عادل قدوسی ۔ تاج کمپنی، کراچی ۔
- سیرت المصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم: مولانا محمد ادریس کاندھلوی ۔ المطبعہ الاسلامیہ السعودیہ، لاہور ۔
- اصح السیر: مولانا حکیم ابو البرکات عبد الرؤف داناپوری ۔ میر محمد کتب خانہ، کراچی ۔
- ہادی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم: سید فضل الرحمن ۔ ادارہ مجددیہ، کراچی ۔
- رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی: ڈاکٹر حمید اللہ ۔ دار الاشاعت، کراچی ۔
- مکتوباتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم: سید محبوب رضوی ۔ ادارہ اسلامیات، لاہور ۔
- اسلامک کیلی گرافی (انگلش): آفتاب احمد ۔
- نقوش رسول نمبر ۔
- سیرت احمد مجتبیٰ: مصباح الدین شکیل ۔

رہبر حج

از سید فضل الرحمن

عازمین حج و عمرہ کی راہنمائی کے لئے سلیس اور عام فہم زبان میں لکھی گئی۔ جیبی سائز کے ۱۹۲ صفحات پر مشتمل کتاب، عمدہ کاغذ، دلکش لیمنیٹیڈ سرورق، اعلیٰ کمپیوزنگ اور بہترین آف سیٹ طباعت، قیمت = / ۱۵ روپے

چند خصوصیات

۱۔ ابتدا میں حج و عمرہ کی تمام اصطلاحات کی تشریح کی گئی ہے۔

۲۔ حج کی فرضیت اور اس کا حکم، حج و عمرہ کے فضائل، حج کی اقسام و شرائط، حج کے فرائض و واجبات اور اس کی سنتیں، نیز عمرہ کی شرعی حیثیت اور اس کے فرائض و اقسام کا مفصل تذکرہ ہے

۳۔ احرام کی اقسام و شرائط اور سنن و واجبات، احرام کے باندھنے کا طریقہ اور اس کی نیت، محرماتِ احرام اور عورت کا احرام اور بالغ کے احرام کا تفصیلی ذکر ہے۔

۴۔ طواف کی اقسام و شرائط، ارکان و واجبات، نیز طواف کا طریقہ، طواف کے مسائل اور مکروہاتِ طواف پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔

۵۔ سعی کی شرائط و ارکان، واجبات و سنن، سعی کا طریقہ سعی کے ہر چکر کی علیحدہ علیحدہ دعائیں اور مکروہات سعی کا مفصل بیان ہے۔

۶۔ حج کے پانچ ایام اور حج و عمرہ کے تمام افعال علیحدہ علیحدہ بیان کئے گئے ہیں۔

۷۔ طواف و سعی کے ہر چکر کی علیحدہ دعاؤں کے علاوہ تمام افعال و مقامات کی مسنون دعائیں بمع ترجمہ۔

۸۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت حمزہؓ اور دیگر شہدائے احد اور فرشتوں پر علیحدہ علیحدہ سلام بمع ترجمہ۔

۹۔ حج بدل، ایصال ثواب، عورتوں کے مسائل اور نماز جنازہ کے مسائل وغیرہ امور اس کتاب کی امتیازی خصوصیات ہیں۔

احسن البیان فی تفسیر القرآن

از سید فضل الرحمن

حصہ اول سورۃ فاتحہ و بقرہ
صفحات ۴۴۸

حصہ دوم سورۃ آل عمران و نساء
صفحات ۴۰۸

قرآن کریم کی یہ مختصر، جامع، نہایت آسان اور عام فہم تفسیر ہے۔ محترم حضرت ڈاکٹر غلام مصطفی خان صاحب مدظلہ، سابق صدر شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی حیدر آباد پیش لفظ میں فرماتے ہیں "حقیقت یہ ہے کہ ایسی تفسیر نہ صرف عوام کے لیے بلکہ خواص کے لیے بھی مفید ہے اور قابل صد ستائش ہے۔ تفسیر قرآن سے متعلق یہ احسن البیان یقیناً اسم بامسمیٰ ہے۔

چند خصوصیات

* کتاب کے شروع میں سات ابواب پر مشتمل قرآنی علوم کا مفصل تعارف ہے۔ قرآن اور وحی، فضائل قرآن، آدابِ تلاوت، نزول قرآن، حفاظتِ قرآن، اسبابِ نزول اور تفسیر قرآن کے ماخذ وغیرہ امور پر نہایت واضح اور محققانہ انداز میں سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔
* ہر سورت کی ابتداء میں اس کی وجہ تسمیہ، مختصر تعارف اور اس کے مضامین کا آیت وار خلاصہ بیان کیا گیا ہے۔
* تقریباً ہر آیت پر اس کے مضمون کی مناسبت سے مختصر عنوان قائم کیا گیا ہے۔
* عربی زبان سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے الفاظ کی لغوی اور اصطلاحی تشریح کی گئی ہے۔
* ترجمہ و تفسیر نہایت سلیس، عام فہم اور بامحاورہ ہے۔
* آیات کا شان نزول مستند و معتبر روایتوں کے حوالے سے ذکر کیا گیا ہے۔
* جہاں ضروری ہوا آیات کا ربط سادہ اور مختصر الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔
* تفسیر و تشریح کے ضمن میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ اکابر علماء کرام کی تفاسیر سے معمولی لفظی تصرف کے ساتھ اخذ کیا گیا ہے اور جو مضمون یا عبارت جس تفسیر سے لی گئی ہے اس کا مکمل حوالہ دیا گیا ہے۔
* بہترین کاغذ، دیدہ زیب چھ رنگوں کا دلکش لمینٹیڈ سرورق، عمدہ کمپیوٹرائزڈ کتابت، اعلیٰ آفسٹ طباعت، مضبوط و پائیدار جلد بندی اضافی خوبیاں ہیں۔

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز

افکارِ زواریہ

ترتیب: سید فضل الرحمن

صفحات: ۲۸۰ قیمت: ۹۰ روپے

- یہ فقیہ العصر حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات و افکار پر مشتمل ایک گراں قدر مجموعہ ہے۔
- اعلیٰ کمپوزنگ، نہایت نفیس آفسٹ طباعت، مضبوط جلد بندی اور خوبصورت لیمینیٹڈ سرورق۔
- ابتداء میں حضرت شاہ صاحبؒ کے بارے میں مختلف اہل علم کی آراء اور آپ کی کتابوں پر تبصرے شامل ہیں۔
- زبان نہایت سادہ اور انداز بیان عام فہم ہے۔
- تصوف کی اصطلاحات کی عام فہم اور دلنشین تشریح کی گئی ہے۔
- حضرت شاہ صاحب کے منظوم تراجم پہلی بار یکجا کیے گئے ہیں۔
- فقہ، تصوف اور دوسرے موضوعات پر بہت سی ایسی باتیں اس کتاب کی خصوصیت ہیں جو عام کتابوں میں موجود نہیں ہیں۔
- بعض ایسے جدید مسائل پر محققانہ بحث کی گئی ہے جو اہل علم کے ہاں اختلافی رہے ہیں۔
- روز مرہ پیش آنے والے مسائل اور مشکلات پر تبصرہ اور ان کے حل کے لئے قرآن و سنت کی روشنی میں تجاویز شامل ہیں۔
- سماجی و معاشرتی برائیوں اور ان کے اسباب و عوامل کا جائزہ لیا گیا ہے اور ان کے انسداد و سدِ باب کے لئے قرآن و سنت کے حوالے سے رائے دی گئی ہے۔

زوّار اکیڈمی پبلی کیشنز

دوکان نمبر ۲۲، بلاک نمبر ۲، زینت اسکوائر، ابن سینا روڈ
ایف۔ سی ایریا، کراچی نمبر ۲۹

